لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور
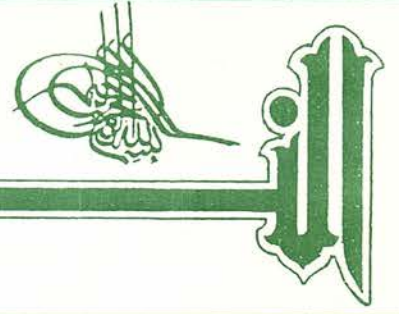
جماعتہائے احمدیہ امریکہ

اپریل/مئی ۲۰۰۰ء — شہادت/ہجرت ۱۳۷۹ ہش

جماعت احمدیہ میں قیام خلافت کی عظیم الشان پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں -

سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے - سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے - اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے - کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا - اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں - لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا - جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی - جیساکہ براہین احمدیہ میں وعدہ ہے - اوروہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتاہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا -

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY **THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, Inc**, AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St., Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

اپریل/مئی ۲۰۰۰ء

شہادت/ہجرت ۱۳۷۹ ہش

فہرست مضامین

نگران صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

امیر جماعت احمدیہ امریکہ

ایڈیٹر

سید شمشاد احمد ناصر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞
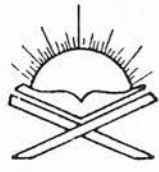
اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے قائم کردیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰتیں دو، اور اس رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(اور اے مخاطب) کبھی خیال نہ کر کہ کفار زمین میں ہمیں اپنی تدبیروں سے عاجز کردیں گے اور ان کا ٹھکانا تو دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ ۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

ترجمہ:۔ یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوّت کا دَور اُس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے۔ اور پھر یہ دَور ختم ہوجائے گا۔ اس کے بعد خلافت کا دَور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ (اور گویا اس کا تتمہ ہوگی) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دَور آئے گا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دَور بھی ختم ہوجائے گا اس کے بعد جبری حکومت کا دَور آئے گا۔ اور پھر یہ حکومت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دَور آئے گا جو ابتدائی دَور کی طرح نبوّت کے طریق پر قائم ہوگی۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

اپنے بھائیوں کو چندے سے باخبر کرو

ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندے میں شامل کرو

تحریک جدید کے نئے مالی سال کا اعلان

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۶ ر نومبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۶ ر نبوت ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾۔

(سورۃ الصّف :۱۱، ۱۲)

یہ سورۃ الصّف کی آیات گیارہ اور بارہ ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ یہ سورۃ الصّف وہی ہے جس میں مسیح کی آمد ثانی کی خوشخبری دی گئی ہے اور بڑی وضاحت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خبر دی گئی ہے اور جماعت احمدیہ پر جو حالات آئندہ گزرنے تھے ان کے متعلق بھی واضح اشارے موجود ہیں اور کس طرح ایک ایسی جماعت نے تیار ہونا تھا جو مالی اور جانی قربانی میں بہت آگے بڑھ جانے والی تھی اور اس کے مقدر میں یہ بات تھی کہ وہ خدا کی راہ میں اپنے مال بھی نچھاور کرے اور اپنی جانیں بھی۔ اس آیت کریمہ میں مال کا ذکر پہلے آیا ہے اور جانوں کا ذکر بعد میں۔

جب ہم سورۃ صف کہتے ہیں تو اردو میں یہی کہہ کر اشارے کرتے ہیں سورۂ صف کی طرف لیکن جو زیادہ عربی علم کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ الصّف ہی کہیں گے۔ مگر میں نے اردو طریق اختیار کیا ہے۔ اردو میں سورہ صف ہی کہا جاتا ہے اور مراد یہی ہے کہ الصف جو قرآن کریم کی ایک سورت ہے بہر حال یہ بہتر ہوا کہ ابھی مجھے اس طرف توجہ دلا دی گئی ورنہ بعد میں کئی علماء نے لکھنا تھا کہ آپ صف پڑھتے رہے حالانکہ الصّف ہے۔ (چونکہ حضور انور اس سورۃ کا نام اب تک سہواً الصّٰفّٰت پڑھتے رہے تھے تو حضور کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہ الصّٰفّٰت نہیں بلکہ سورۃ الصف کی آیات ہیں جس پر حضور نے فرمایا)۔ یہ جو توجہ دلائی ہے بالکل درست ہے میں الصّٰفّٰت سمجھ رہا تھا یعنی میرے ذہن میں تو سورۂ صف ہی ہے شروع سے لے کر آخر تک لیکن اس قسم کے زبان کے غوطے کھا جایا کرتا ہوں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں یہ سب کے سامنے ظاہر ہے کہ ذہن میں ایک لفظ ہوتا ہے اور بعض دفعہ مضمون میں ڈوبا ہوا ایک دوسرا لفظ بیان کر رہا ہوتا ہوں تو یہاں بھی غلطی تھی جس کی طرف پرائیویٹ سیکرٹری کا ممنون ہوں کہ انہوں نے، فوری توجہ دلا دی۔ سورۂ صف کی بات ہو رہی ہے صفّٰت کی نہیں اور لکھا ہوا بھی سامنے سورۂ الصّف ہی ہے مگر خدا جانے کیوں زبان پر الصّٰفّٰت ہی جاری رہا۔

ویسے صف اور الصّٰفّٰت میں ایک گہرا تعلق بھی ہے۔ صفّٰت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو صف باندھ کے خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور سورۃ صف میں بھی انہیں لوگوں کا بیان ہے جو صف باندھ کے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن سے لڑتے ہیں۔ تو مضمون کے ایک ہونے کی وجہ سے غالباً کیونکہ دونوں میں ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے اس لئے شاید میرے ذہن میں یہ لفظ الصّٰفّٰت رہا نہ کہ صف۔ اب درستی کر لی ہے اب اس بارہ میں دوبارہ کسی کو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جمعہ میں جو اس قسم کی غلطیاں ہو جاتی ہیں ان کو درست کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی جمعہ کے دوران ہی میں درست کر دیا کرتا ہوں اس لئے بغیر کسی ترمیم کے یہ خطبہ اسی طرح جاری ہونا چاہئے۔

اب میں پھر مضمون کی طرف واپس آتا ہوں۔ فرمایا گیا ہے **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ** اے مومنو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر اطلاع دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گی۔ **تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ** وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کاش کہ تم جان سکتے۔

یہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے سورۃ الصف وہی سورۃ ہے جس میں جماعت احمدیہ کی خوش خبریاں دی گئی ہیں اور اس پہلو سے یہ صفات خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ پر اطلاق پا رہی ہیں جو اس سورۃ میں بیان ہو رہی ہیں۔ اس میں بہت سے مضامین مخفی ہیں یعنی بالکل مخفی تو نہیں مگر ان کے اندر مضمر اس طرح چلے آرہے ہیں کہ اگر ذرا سا بھی غور کرو تو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک ایسی تجارت ہے جو دردناک عذاب سے نجات دے گی ۔ مضمر بات یہ ہے کہ بہت سی دوسری تجارتیں ہیں جو دردناک عذاب سے نجات نہیں دیتیں۔ یہاں تجارت سے مراد محض کاروبار کی تجارت نہیں بلکہ صنعتوں کی تجارت بھی اس میں شامل ہے ہر قسم کے معاملات جن سے انسان کو منافع نصیب ہوتا ہے وہ تمام وسیع اقتصادی عوامل اس آیت کے پیش نظر ہیں جن کے ذریعہ قوم کی معاشیات چلتی ہیں۔ پس پہلی بات تو قابل غور یہ ہے کہ کیا سب دوسری تجارتیں دردناک عذاب کی طرف لے جانے والی ہیں؟ کیا تجارتوں سے کلیۃً روکا جا رہا ہے جو باقی تجارتوں سے الگ ہوتے ہوئے دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جو تجارت بیان فرمائی جا رہی ہے اس کی بنا ہی دوسری تجارتوں پر ہے۔

اگلی آیت میں یہ بات خوب کھول دی گئی ہے کہ تجارت سے جو تمہاری آمد نیں ہونگی ان آمدنوں کے خرچ کے معاملے میں ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ وہ خرچ درست ہو ورنہ وہ تجارتیں تمہیں دردناک عذاب کی طرف لے جائیں گی۔ تو تجارتوں سے نہیں روکا جا رہا، اقتصادی جدوجہد سے نہیں روکا جا رہا بلکہ اس کے نتیجے میں جو کچھ بھی حاصل ہوگا اس کو کس طرح خرچ کرنا ہے، یہ بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اور ضمناً اس میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مال جس کو خدا تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی ہدایت دیتا ہے لازماً پاک و صاف ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا مومنوں سے گندے اموال طلب کرے۔ تو کیسا خوبصورت ضمنی اشارہ موجود ہے کہ **مومن تو وہی ہیں جن کی تجارتیں پاک اور صاف ہوا کرتی ہیں ۔ ان میں کوئی گند کی ملونی نہیں ہوتی اور جو پاک و صاف تجارتوں کے نتیجے میں ان کو حاصل ہوتا ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے اس کو مزید پاک کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ ان کی عقبیٰ سنوار دیتا ہے** اور یہ بھی مضمر ہے کہ دنیا بھی سنوار دیتا ہے۔

ان لوگوں کو دردناک عذاب سے نجات دی جائے گی۔ دردناک عذاب سے مراد لازماً وہ عذاب نہیں جو

آخرت کا عذاب ہے بلکہ اس دنیا میں بھی ایک دردناک عذاب ہے جو انسان اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات انجام کے وقت اس کو وہ دردناک عذاب دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ جنہوں نے روپے جوڑے اور عمر بھر اپنے خزانے بھرے جب موت کے قریب پہنچتے ہیں تو اس درد سے تڑپتے ہیں کہ ان کا انجام نیک نہیں ہوا۔ کچھ بھی انہوں نے اپنے لئے آگے نہیں بھیجا۔ بسا اوقات ان کی اولادیں جن کو وہ پیچھے چھوڑ کے جا رہے ہوتے ہیں ان کی زندگی ہی میں ایک دردناک عذاب کے لئے ان کو تیار کر رہی ہوتی ہیں، زندگی میں اس طرح تیار کرتی ہیں کہ زندگی بھر وہ ان کا رخ دیکھتے ہیں کہ ان کا رخ دنیا کی طرف ہو چکا ہے اور اپنے اموال کو خرچ کرنے میں وہ گندے مصارف اختیار کر چکے ہیں، ایسے مصارف جن سے نظر آرہا ہے کہ جو کمائی انہوں نے محنت سے کی تھی ان کی اولادوں نے آگے ضائع کر دینی ہے۔

بہت سے لوگ ہیں جن کو یہ خطرہ درپیش ہوتا ہے اور نظر آرہا ہوتا ہے کہ اب یہ اولادیں ہاتھ سے نکلی جا رہی ہیں۔ جو کچھ ہم نے کمایا سب کچھ ضائع کر دیں گی یہ دردناک عذاب کی تیاری ہے جو زندگی بھر ہوتی رہتی ہے، موت کے وقت اس کا آخری انجام دکھائی دیتا ہے ہم نے تو اپنی اولادوں پر جو کچھ بھی خرچ کیا ضائع کر دیا، جو کچھ ان کے لئے پیچھے چھوڑیں گے وہ ان کو اور بھی زیادہ برباد کرے گا۔ تو دردناک عذاب سے مراد صرف یہی نہیں کہ آخرت میں ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ وہ تو ہوگا ہی لیکن اس دنیا میں بھی وہ دردناک عذاب کا مزہ چکھ لیں گے۔

لیکن وہ مستثنٰی ہیں، کون مستثنٰی ہیں؟ جو پاک طریقوں پر خدا کے سکھائے ہوئے اسلوب تجارت کو اختیار کرتے ہوئے ایسی تجارتیں کرتے ہیں جن میں کوئی گند کی ملونی نہیں ہوتی۔ جو کچھ ان کو ملتا ہے پھر وہ اللہ ہی کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں یعنی جس حد تک توفیق ہے وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اَنْفُس کا خرچ بھی خدا کی راہ میں کرنا ضروری ہے۔ یعنی جانوں کے خرچ سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسانی جانوں کو جو کچھ بھی عطا کیا ہے وہ اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے۔ مگر یہاں اموال کو پہلے مذکور فرمایا گیا اس لئے کہ وہ دور ایسا ہے جس میں مالی قربانی بھی نفسوں کی پاکیزگی کا موجب بننے والی تھی اور ایک قسم کی ایک پیشگوئی ہے کہ وہ لوگ جو مالی قربانیاں کریں گے ان کے نفوس ان کی مالی قربانیوں کے نتیجے میں پاک ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دن بدن وہ پاک سے پاک تر ہوتے چلے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں پھر وہ اپنے نفس بھی یعنی وہ تمام طاقتیں جو خدا نے ان کو بخشی ہیں وہ بھی خدا کی راہ میں خرچ کریں گے یعنی ان کے پاک ہونے کی علامت ان کے مزید خرچ ہونگے۔ یہ بظاہر ایک عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے مگر روزمرہ کے تجربے میں بالکل صاف دکھائی دینے والی چیز ہے۔

اللہ کی راہ میں جو شخص ایک بظاہر کڑوا گھونٹ بھر کے کچھ خرچ کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس خرچ سے مجھے کچھ تکلیف پہنچی ہے لیکن رضائے باری تعالیٰ کی خاطر، نہ کہ دکھاوے کے لئے وہ کچھ خرچ کرلیتا ہے، اس کی توفیق ہمیشہ بڑھائی جاتی ہے۔ خرچ کرنے کی توفیق مال ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص پھر کچھ اپنا وقت بھی دین کے لئے خرچ کرنے لگتا ہے اور اپنے علم کو بھی دین کے لئے خرچ کرتا ہے۔ جو کچھ بھی اللہ نے اسے عطا کیا ہے جذبات، کیفیات، ہر چیز خرچ کرنے کا ایک ڈھنگ ہے اور رفتہ رفتہ اللہ اسے یہ ڈھنگ سکھاتا ہے کہ کس طرح اللہ کی راہ میں وہ سب کچھ دو جو اللہ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ یہ مضمون ہے جس کا جماعت احمدیہ سے بہت گہرا تعلق ہے اور آج چونکہ تحریک جدید کا، نئے سال کا اعلان ہونے والا ہے اس لئے میں نے اسی مضمون کو آج کے لئے اختیار کیا ہے۔ اب اس مضمون کی مزید وضاحت میں بعض احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کی روشنی میں کرتا ہوں۔

پہلی حدیث تو مسلم کتاب الزھد و الرقاق سے لی گئی ہے۔ یہ حضرت مُطَرِّف رضی اللہ عنہ کی

حدیث ہے جو اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے والد نے مُطَرِّف سے بیان کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُر پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے اس کی تلاوت کے بعد فرمایا، ابن آدم کہتا ہے میرا مال، ہائے میرا مال۔ اے ابن آدم کیا کوئی تیرا مال ہے بھی، ایک بہت ہی لطیف انداز ہے انسان کو اس مال کے متعلق متنبہ کرنے کا جسے وہ اپنا سمجھ رہا ہے۔ ہر شخص جو دنیا میں اللہ کی طرف سے عارضی طور پر مالک بنایا جاتا ہے وہ اسے اپنا ہی مال سمجھتا ہے مگر ایک یہ بھی کہنے کا انداز ہے کہ اے ابن آدم کیا تیرا کوئی مال ہے بھی، سوائے اس مال کے جو تو نے کھایا اور ختم کر دیا، وہ تیرا کہاں رہا۔

جو انسان نے کھایا اور خرچ کر کے ختم کر دیا وہ تو اب اپنا مال نہیں ہے۔ جو پہن لیا وہ پہن لیا، جو بوسیدہ ہو گیا وہ ختم ہو گیا اور تیرے کام کا نہیں ہاں جو تو نے صدقہ دیا وہ تیرے لئے اگلے جہان میں فائدے کا موجب ہو سکتا ہے لیکن وہ تو اگلے جہان کے لئے بھیج چکا ہے اب وہ تیرا مال نہیں رہا۔ تو نے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اسے آگے بھیج دیا اب آگے جا کے دیکھے گا کہ اس کا کیا بنا تھا۔ تو جو بچوں کے لئے پیچھے چھوڑ دیا وہ تو مرتے وقت اپنا رہتا ہی نہیں کسی اور کا ہو جاتا ہے۔ تو کتنا لطیف انداز ہے یہ سمجھانے کا کہ ابن آدم خواہ مخواہ شور مچاتا ہے میرا مال، میرا مال، اس کا مال تو کچھ نہیں، وہم ہے صرف۔

جو خرچ کیا وہ جیسا کہ میں نے عرض کیا وہ تو اس کا رہتا ہی نہیں ہاں خرچ کرنے سے پہلے کوئی مال اس کا ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ اس میں مضمر ہے۔ یہ مراد نہیں کہ بالکل ہے ہی کچھ نہیں۔ مراد یہ ہے کہ کچھ ہے تو سہی مگر اس کا وہ تب بنے گا اگر اس کا خرچ اچھا ہو گا اور یہ وہی مضمون ہے جو قرآن کریم کی ان آیات میں بیان ہوا ہے جو میں نے پہلے بیان کر دیا تھا۔ اپنا مال اگر بنانا ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ تمہارا رہے گا۔ جو اس دنیا میں خرچ کرو گے وہ بھی تمہارا ہو گا، جو اس دنیا کے لئے آگے بھیجو گے وہ بھی تمہارا ہی ہو گا باقی سب کچھ خرچ تو کرو گے مگر خرچ کے ساتھ ساتھ ہی تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور تمہارا نہیں رہے گا۔

یہ مضمون وہ ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملفوظات میں یا اپنی کتب میں مختلف رنگ میں ان آیات کے مضمون کو کھولا ہے۔ سب سے جو پیارا اقتباس اس پہلو سے کہ جماعت احمدیہ کو اتنے پیار اور محبت سے مخاطب فرمایا ہے کہ شاید ہی کسی اور تحریر میں اس طرح بے ساختہ پیار پھوٹ رہا ہو جس طرح اس عبارت میں ہے: جو فتح اسلام صفحہ ۳۴ سے لی گئی ہے۔ "اے میرے عزیزو، میرے پیارو، میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!" اتنا عظیم محبت کا اظہار ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ "اے میرے عزیزو، میرے پیارو، میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک درخت وجود تھا اور اس میں وہی شاخیں آپ کی تھیں جو سرسبز تھیں اور جو خشک ٹہنیاں ہر سرسبز درخت سے لگی ہی رہتی ہیں وہ سرسبز درخت کی نہیں رہتیں۔ تو یہ عرفان کی شان ہے کہ آپ نے وہی مضمون جو ان آیات میں بیان ہوا ہے جس کی مزید وضاحت حدیث نے کی ہے اسی مضمون کو ایک نئے انداز میں پیش فرما رہے ہیں۔ فرمایا بظاہر میری جماعت میں تمہیں خشک ٹہنیاں بھی دکھائی دیں گی وہ تو ہر درخت کا حصہ ہوا کرتی ہیں۔ ہر درخت ان خشک ٹہنیوں کی پہلے آبیاری خود کیا کرتا ہے، ان کو اٹھاتا ہے، ان پر خرچ کرتا ہے یعنی درخت بھی اگر زندہ ہو اور باشعور ہو، زندہ تو ہے مگر اس طرح باشعور نہیں جیسے ہم سمجھتے ہیں مگر وہ درخت اس صورت میں جانتا ہو گا کہ جو کچھ بھی میں نے ٹہنیوں پر خرچ کیا ہے جو بعد میں خشک ہو گئیں وہ میرے وجود کا حصہ تھا میری محنت کی کمائی تھی اور وہ ٹہنیاں جو خشک ہو گئیں وہ ہاتھ سے جاتی رہیں، وہ اپنی نہ رہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے درخت وجود میں ان شاخوں کا ذکر فرمادیا جو

جماعت سے تو وابستہ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی طرف منسوب ہوتی ہیں مگر خشک ہو چکی ہیں ان میں کوئی تروتازگی نہیں، ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کیا سلوک ہو گا یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ بعض دفعہ خشک ٹہنیاں بھی ہری ہو جایا کرتی ہیں اور بعض دفعہ ہری نہ ہوں تو جلانے کے کام آتی ہیں اور اسی لئے قرآن کریم نے جہنم میں جلنے والے لوگوں کا ایندھن کے طور پر ذکر فرمایا ہے وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃَ جہنم میں انسان گویا اس طرح جلیں گے جیسے لکڑیاں جلتی ہیں۔

تو یہ خشک ٹہنیاں وہ ہیں جن کے متعلق دو امکانات ہیں، ایک احتمال ہے اور ایک امکان ہے۔ احتمال یہ ہے کہ یہ خشک رہیں اور اسی حال میں اگلی دنیا کے لئے روانہ ہو جائیں کہ وہ جہنم کا ایندھن بننے کے سوا اور کوئی کسی کام میں استعمال نہیں کی جا سکتیں۔ اور دوسرا جو امکان ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان انتباہات پر غور کر کے، ان کی گہرائی میں اتر کے ہر خشک ٹہنی جس کا ایک زندہ درخت سے تعلق ہے اس زندہ درخت سے مزید تعلق قائم کر کے اپنی رگوں میں صحت مند وہ خون تو نہیں ہوا کرتا مگر خون ہی کی ایک قسم ہے، صحت مند مادہ، صحت مند مائع۔ رفتہ رفتہ خشک ٹہنیاں بھی پھولنے اور پھلنے لگتی ہیں اور یہ ایک عام مضمون ہے جس کا سب دنیا کو علم ہے کہ خشک ٹہنیاں جب تک وابستہ رہیں ان کی زندگی کے امکانات ہوا کرتے ہیں اگر وابستہ نہیں رہیں گی تو پھر کوئی امید بہار نہیں ہوتی۔

اسی کے متعلق کہا گیا ہے "وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" یعنی خزاں میں بھی تو وہ ٹہنیاں جو درخت سے لگی ہوئی ہوتی ہیں ساری کی ساری خشک دکھائی دیتی ہیں یعنی بعض درختوں میں تو ایک بھی سرسبز ٹہنی دکھائی نہیں دیتی ان کو خدا پھر زندہ کرتا ہے نا، اس لئے کہ بہار آجاتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تو خشک ٹہنیوں کو زندہ کیا۔ فرماتے ہیں "بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں، لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں"۔ تو اس خزاں میں جو بہار آگئی ہے اس بہار سے جو درخت پھوٹتے ہیں ان میں سے بھی پھر بہت سے خزاں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یعنی چاروں طرف بہار ہی بہار کا منظر ہوتا ہے لیکن بدنصیبی کہ کچھ ٹہنیاں پھر خشک ہونے لگتی ہیں جو خزاں میں سوکھتی ہیں ان کا قصور نہیں مگر جو بہار میں سوکھ جائیں وہ بہت قصور وار ہوا کرتی ہیں۔

خزاں کے سوکھے ہوؤں کو آگ میں ڈالنا تو بسا اوقات بے وقوفی ہو گی کیونکہ زمیندار کو پتہ ہے کہ یہی درخت ہرا بھی ہو سکتا ہے اور اکثر خزاں کو خشک دکھائی دینے والا درخت بہار میں ہرا ہو جایا کرتا ہے تو جو جلد بازی سے کام لے اور اس کو کاٹ کے ایندھن کے طور پر استعمال کرے وہ انتہائی بے وقوفی کر رہا ہو گا اور اپنے آپ کو خود نقصان پہنچا رہا ہو گا اس لئے خزاں کا سوکھا ہوا جہنم میں نہیں ڈالا جاتا۔ لیکن بہار کا سوکھا ہوا اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے سوائے اس کے کہ وابستہ رہے اس امید پر کہ شاید مجھ پر بہار آجائے۔

تو احمدی بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو وابستہ رہتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اتنے مر جاتے ہیں، ایسے بے روح ہو جاتے ہیں کہ پھر وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا تو اس جماعت میں رہنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں۔ بہتر ہے کہ ہم دنیا کے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس جماعت سے کلیۃً تعلق کاٹ لیں پھر جو سرسبزی ان کو دکھائی دیتی ہے وہ محض دھوکہ ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایک دنیا کی سرسبزی ہے جو جتنا ان کو بڑھائے گی اتنا ہی بڑا وہ ایندھن بنیں گے۔ یہ مضمون قرآن کریم نے بہت سی اور آیات میں بڑے لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا کی روئید گی، دنیا کی سرسبزی کوئی بھی فائدہ نہیں دیتی۔ تو دیکھنے میں بعض دفعہ لگتا ہے۔ پس وہ لوگ جو امید بہار رکھتے ہوئے درخت کے ساتھ اپنا تعلق نہیں توڑتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر شاید اللہ کا رحم ہو اور ہم پھر زندہ ہو جائیں، وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔ جو تعلق توڑ لیتے ہیں وہ پھر ہمیشہ کے لئے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت کو انجام کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر دیتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کو غور سے سنو اور جس حد تک ہو سکے اس سے استفادہ کرو۔ "اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا

تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے"۔

یہاں چونکہ سرسبز شاخیں مخاطب ہیں اس لئے وہ ابھی تک یہی ردّعمل دکھاتی ہیں۔ جب بھی ان کو کوئی تحریک کی جائے وہ آگے بڑھ کر اس تحریک پر لبیک کہنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ہمیشہ ہر مالی قربانی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یاد رکھیں یہاں اوّلین طور پر سرسبز شاخیں مراد ہیں۔"میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا"۔ یہاں لازمی چندے مراد نہیں ہیں طوعی چندے مراد ہیں جیسا کہ تحریک جدید ہے، جیسا کہ وقف جدید ہے۔

لازمی چندے وہی ہیں جن کو جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں اپنے اوپر بحیثیت جماعت اور افراد پر ذمہ داریاں ڈالتے ہوئے بحیثیت جماعت اختیار کر لیا ہے اس جماعت کے فیصلے میں ساری جماعت داخل ہے۔ پس جو اپنے اوپر خود لازم کر چکے ہیں یہاں وہ بحث نہیں ہو رہی۔ اس میں تمام قسم کی وہ تنظیمات جو فیصلہ کر کے ایک چندے کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں وہ بھی شامل ہیں یعنی خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ جتنی بھی جماعتی تنظیمات ہیں ان میں چندوں کے لازم ہونے کی آگے قسمیں بنائی گئی ہیں مرکزی چندہ عام کہلاتا ہے طوعی لازمی چندہ، وصیت کا چندہ ہے۔ پھر اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کا چندہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ وغیرہ۔ ان سب کے چندے، اطفال کے چندے، یہ لازم تو ہیں مگر مل کر جماعت نے خود لازم کئے ہیں۔ جو تحریک جدید کا یا وقف جدید کا چندہ ہے یہ ان معنوں میں لازم نہیں ہے۔ اگر کوئی بنیادی سب چندے ادا کر رہا ہو اور یہ چندے نہ دے تو جماعت کی طرف سے اس پر کوئی حرف نہیں رکھا جاتا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جماعت کا حصہ ہے لیکن وہ اولین اور سابقین میں شمار نہیں ہو سکتا۔ جو آگے بڑھنے والے، سبقت لے جانے والے ہیں ان میں تو شمار نہیں ہو گا مگر جماعتی نظام کے لحاظ سے عہدے ہر قسم کے اس کو ملیں گے ووٹ دینے کا حق ہو گا نظام جماعت کی دوسری دلچسپیوں میں پوری طرح حصہ لینے کا حق ہو گا ان حقوق سے اسے نہیں روکا جا سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کو جانتے تھے کہ ان سب لازمی چندوں کے علاوہ بھی اگر زائد طور پر میں کچھ طلب کروں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے اس لئے فرما رہے ہیں کہ میں تم پر فرض نہیں کرتا۔ اب تم اپنے حالات دیکھو اور ہر ایک کے حالات مختلف ہیں اپنی توفیق کا جائزہ لو اور اس کے مطابق جتنا دل چاہتا ہے خدا کی راہ میں بڑھ بڑھ کر خرچ کرو۔ یہ اب ایسی نیکی ہے جس کا فیصلہ تم نے خود کرنا ہے اور بعینہٖ یہی طریق تحریک جدید میں اور وقف جدید میں جاری ہے۔ پہلے ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کو کہتے تھے بارہ روپے کم سے کم ضرور دو، چھ روپے ضرور دو۔ میں نے اس سارے سلسلے کو ختم کر دیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فیصلوں کی روشنی میں کھلی چھٹی دینا زیادہ بابرکت ہے اور جب میں نے منع کیا تھا تحریک جدید وغیرہ کو کہ اب تم نے لازماً یہ نہیں کہنا کہ چھ سے کم نہیں لینا، چھ ضرور دو یا بارہ ضرور دو یا پچاس ضرور دو بلکہ کھلا چھوڑ دو تو مجھے بعض احتجاجی خطوط ملے ان تنظیموں کی طرف سے کہ اس طرح تو ہمارے چندے کم ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کم نہیں ہونگے، بہت بڑھ جائیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اپنی جماعت پر ایک حُسن ظن کی توقع رکھ رہے ہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہوں اور پھل دینے میں کنجوسی دکھائیں۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر پھل دیں گی اور بعینہٖ یہی ہوا ہے۔

پچھلی تاریخ جو تحریک جدید کے چندوں کی آپ کے سامنے پیش کی جائے اس پر غور کر کے یہ موازنہ کر کے دیکھیں آپ حیران رہ جائیں گے اس فیصلے کے بعد ہر اگلا سال پہلے سے زیادہ اموال لے کر جماعت کی

خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ لوگوں نے پہلے سے بڑھ بڑھ کر اموال جماعت پر نچھاور کئے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ مجھے روکنا پڑا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ اس دوڑ میں اپنی طاقت سے بھی کچھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک دوڑ تو وہ ہے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ تمہیں دنیا کے اموال کی کثرت حاصل کرنے نے غافل کر دیا اپنے مآل سے، اپنے انجام سے غافل کر دیا ہے۔

ایک وہ دوڑ ہے جس میں اپنے مال خرچ کرنے کی دوڑ ہے اور جس طرح دوڑوں میں بعض دفعہ یہ ہوا کرتا ہے کہ آگے بڑھنے کے شوق میں لوگ طاقت سے بھی بڑھ جاتے ہیں اس کا پھر بُرا اثر ان کے دلوں پر پڑتا ہے، ان کے عضلات پر پڑتا ہے فوراً ظاہر نہ بھی ہو تو بعد میں ظاہر ہو جاتا ہے تو بعض دفعہ روکنا پڑتا ہے اور میرا یہی تجربہ ہے کہ بہت جگہ میرے روکنے پر لوگ رکے ہیں ورنہ اس سے پہلے بے دریغ خرچ کر کے ایک دوسرے سے خرچ کرنے کا اچھا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ جب یہ تاکید میں نے کی ہے تو امریکہ کے تحریک جدید کے چندوں پر وقتی طور پر برا اثر پڑا لیکن در حقیقت وہ برا اثر نہیں ہے کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ طوعی چندوں میں اتنا نہ زیادہ خرچ کریں کہ آپ کے روزمرہ کے چندوں پر بھی اس کا اثر پڑنا شروع ہو جائے اور آپ کی تجارتوں پر اس کا ایسا اثر پڑے کہ پھر آئندہ نسبتاً کم کمائیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کم ہاتھ میں پائیں۔

یہ جب سمجھایا گیا تو بہت سے لوگ جو بے حد خرچ کر رہے تھے انہوں نے نسبتاً توازن اختیار کیا اور اپنے ہاتھ کچھ روکے لیکن میرے جائزے کے مطابق ان کے عمومی چندوں میں کمی نہیں آئی لیکن اس تنبیہہ کے بعد تحریک جدید کے چندے میں کمی آئی ہے اور امریکہ جیسی جماعت جو بہت آگے تھی انہوں نے محسوس کیا، امیر صاحب کا دردِ دل کا اظہار مجھے پہنچا ہے کہ ہم اس بارے میں مجبور ہیں آپ کی جو ہدایتیں تھیں ان پر عمل کیا ہے اور اب اس میں کچھ کمی دکھائی دے رہی ہے، شرمندگی ہے۔ ان کو میں نے تسلی دلائی اور اب بھی میں تسلی دلا رہا ہوں کہ ہرگز شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری ہدایات کے نتیجے میں اگر وقتی طور پر چندوں میں کمی بھی آئے تو یاد رکھیں اس کے بعد وہ بہت بڑی بڑی برکتوں پر منتج ہوگی۔ ہمیشہ سے میرا یہی تجربہ ہے وقتی طور پر کچھ کمی محسوس ہو بھی تو آئندہ اللہ کے فضل سے وہ کمی بہت زیادہ اضافوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ معاملہ یوں بیان فرمایا۔ "معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا"۔ کر سکتا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کر نہیں سکتے تھے۔ مطلب تھا کروں گا تو تمہیں مشکل پڑ جائے گی اس لئے نہیں کر سکتا، یہ مجبوری ہے۔ "تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون ہے"۔ اے میرے عزیزو! اے میرے پیارو" اسی طرف اشارہ ہے۔ میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون ہے وہی جو مجھے پہچانتا ہے"۔ اب اس میں بہت گہری حکمت کا راز کھول دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور دین حق کی راہ میں خرچ کرنا اس بات کو لازم کر دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانیں تو سہی۔ اگر کوئی شخص پہچان جائے کہ یہ ایک اتنی عظیم نعمت ہے جس کی تیرہ صدیاں انتظار کر رہی تھیں اب ہمیں نصیب ہوئی ہے ہم کیوں اس پیارے وقت کو ہاتھ سے ضائع ہونے دیں تو وہ تو ہمہ وقت اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اس وجود سے اور گہرا تعلق رکھیں اور جو تعلق رکھتا ہے وہی "میرے عزیزو، میرے پیارو" کی ذیل میں آیا ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "جو مجھے پہچانتا ہے مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں"۔ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے ہوں۔ ان کو جو جانتے ہیں کہ اللہ نے بھیجا ہے ان کی بہت آؤ بھگت کرتے ہیں۔ دنیا کے بھیجے ہوؤں کی بھی لوگ کرتے ہیں مگر جو یہ جان لے کہ اللہ کی طرف سے ایک نمائندہ بن کے آیا ہے کس طرح وہ اس پر اپنی جان اور اپنے اموال نچھاور کریں گے یہ تصور بھیجے ہوئے کے ساتھ بندھا ہوا

تصور ہے۔ جتنا زیادہ یقین ہو کہ اس وجود کو اللہ نے بھیجا ہے اور ہماری خاطر بھیجا ہے اتنا ہی زیادہ اس سے محبت بڑھے گی اور اتنا ہی اس کے کہنے پر خرچ کی استطاعت بڑھے گی۔

اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا "دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے"۔ یعنی اخروی دنیا کا۔ "وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے"۔ یہ سلسلہ وہ ہے جو جاری رہے گا۔ "جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں"۔ یہاں درخت وجود کی شاخوں کی تمام تفصیلات بیان ہو گئی ہیں۔ پیوند کر کے جڑ جانا، جو خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے وہ آپ کی رگوں میں دوڑنے لگے اس کو کہتے ہیں پیوند۔ پھر فرمایا "میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے وہ ضرور اس روشنی سے حصہ لے گا"۔ میں نور ہوں، نور لے کر آیا ہوں۔ ایک چراغ میرے ہاتھوں میں روشن ہے جس کو میں اٹھائے ہوئے ہوں جو بھی آئے گا لازماً وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔

اب حصہ دینے کا ارادہ ہو یا نہ ہو جس نے چراغ تھاما ہوا ہو جو بھی اس کے پاس آئے گا اس سے استفادہ کرے گا۔ یہ ایک ایسی طبعی بات ہے جس کو ہٹایا جا ہی نہیں سکتا یہ ہو کر رہے گی۔ پس فرمایا میں صاحب چراغ ہوں جو بھی میرے پاس آئے گا اسے ضرور روشنی ملے گی، اسے ضرور فائدہ پہنچے گا۔ "مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا"۔ اب دور بھاگتا ہے کا مضمون اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر میں اقتباس کو ختم کرتا ہوں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ چراغ کے گرد نہیں رہ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد لالہ ملاوامل بھی تو بستے تھے اور بڑے بڑے دشمن بھی بستے تھے لیکن وہ چراغ کے پاس رہتے ہوئے بھی روشنی سے حصہ نہیں لے رہے تھے۔ دور بھاگنا جسمانی طور پر دور بھاگنا نہیں، وہ بھی اس دور ہونے کا ایک نتیجہ ضرور ہے۔ بعض لوگ جسمانی طور پر بھی دور بھاگ جاتے ہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ چراغ کی روشنی دیکھنے سے جس حد تک کوئی محروم ہوتا چلا جائے اس کو بصیرت ہی نصیب نہ ہو، اس کو بینائی ہی نہ ملے وہ اسی حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور ہٹتا چلا جائے گا اور وہ اس چراغ کی روشنی کے بظاہر اس کے قریب رہنے کے پھر بھی حصہ نہیں پائے گا۔ پس فرمایا "جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے۔ اب دور بھاگنے کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک بدگمانی بھی ہوا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بے انتہا نشانات دکھائے گئے لیکن بعض نشانات میں بعض دفعہ ایک ایسا ابہام کا پہلو ہوا کرتا تھا کہ جن کے دلوں میں مرض ہوتا تھا وہ تو بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جن کے دل صدق اور یقین پر قائم ہوا کرتے تھے، جنہوں نے اس نور کو خود دیکھا ہوا ہو وہ سایوں سے دور نہیں بھاگتے۔ نور کے سائے بھی ہوا کرتے ہیں یعنی کچھ ایسے امور ہوتے ہیں جو بیچ میں اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس نور کی روشنی بظاہر ایک جگہ نہیں پڑ رہی اور ایک سایہ سا دکھائی دیتا ہے۔ پس جو ہمیشہ نور کو دیکھتے رہیں وہ سایوں کی وجہ سے نور سے کیسے بھاگ سکتے ہیں۔

بدظنی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بعض امور میں سایہ دیکھیں تو نور ہی کو چھوڑ دیں اور اس سے پیچھے ہٹ کر دور بھاگ جائیں وہ لوگ ہیں جو پھر ہمیشہ ظلمت میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ آخری تنبیہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔ "جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا"۔ پھر ایسی ظلمت سے نکلنا اس کے بس میں نہیں۔

چونکہ اب وقت تھوڑا ہے اور اگر میں اقتباسات کو پڑھتا ہوں تو تحریک جدید کی جو رپورٹ پیش کرنی ہے وہ رپورٹ شاید پوری پیش نہ ہو سکے اس لئے بہتر ہے کہ اب میں رپورٹ پڑھنی شروع کر دوں۔ ایک اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخر پر میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ ایک اقتباس الحکم جلد ۷ نمبر ۲۵ صفحہ ۸ پر درج ہے وہ میں آپ کے سامنے ضرور رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا "پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر

یا غائب ہے تا کید کرتا ہوں"۔اس زمانے میں حاضر کو تاکید تو ممکن تھی غائب کو تاکید کیسے ہوئی۔وہ غائب تک بات پہنچاتے ہونگے تو پہنچتی ہو گی۔ مگر یہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ آگیا ہے کہ ہر حاضر بھی میرے مخاطب ہے اور ہر غائب جو میری نظروں سے تو غائب ہے مگر دور بیٹھے مجھے دیکھ رہا ہے، مجھے سن رہا ہے میں اس سے غائب نہیں ہوں۔ تو وہ غائب جو میری باتیں سن رہا ہے جو مجھے دیکھ رہا ہے ان باتوں کو بیان کرتے ہوئے وہ سب مخاطب ہیں۔

فرمایا" میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتاہوں **که اپنے بهائیوں کو چند ے سے باخبر کرو"۔ یه ایك عظیم تحریك ہے جسے ہمیں ہمیشه جاری کرنا چاہئے جس کے متعلق ہم بسااوقات غفلت کر جاتے ہیں ۔ لوگ خود چنده دے دیتے ہیں اور چندوں سے آگاه کرنے کا کام سیکرٹری مال یا سیکرٹری تحریك جدید وغیره په چھوڑ دیتے ہیں۔ یه ایك روز مره کی عاد ت بنانی چاہئے ۔ اپنی بیوی بچوں کو ہی نہیں بلکه اپنے دوستوں وغیره کو بتاتے رہا کریں که دیکھو یه تحریك چلی ہے کیا تم شامل ہو۔** اور اپنے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کو سکھایا کریں کہ ہمارا بھی تو ایک یہ حال تھا ہم کسی وقت میں چندوں کے معاملے میں کنجوس ہوتے تھے۔اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دن پھیر دئے ہیں اور اب ہم پر سچائی کا روشن سورج طلوع ہو چکا ہے۔اب ہم نے دیکھا ہے کہ ہم جو خرچ کرتے ہیں اللہ بڑھا چڑھا کر ہمیں دیتا ہے۔ ہمارے اموال میں برکت ڈالتا ہے ہماری مصیبتیں دور فرماتا ہے۔ ہمارے کئی قسم کے دکھ جن میں مبتلا ہو سکتے تھے ابتلاء سے پہلے ہی دور فرما دیتا ہے۔

تو چندوں کی برکت سے اس طرح آگاہ کرنا جیسے عموماً سیکرٹری مال آگاہ نہیں کیا کرتے۔ وہ تو صرف یہ بتاتے ہیں کہ آپ کا رجسٹر میں نام نہیں لکھا ہوا مگر صاحب تجربہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیں۔ "اپنے بھائیوں کو چندے سے باخبر کرو۔ ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندے میں شامل کرو"۔ یہ ساری جماعت کا کام ہے۔ "یہ موقع ہاتھ آنے کا نہیں"۔ آئندہ ہاتھ سے چلا جائے گا۔ "کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں نہیں مانگی جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے"۔

یہ جو آخری اقتباس کا حصہ ہے یہ بھی کچھ وضاحت طلب ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اس آیت کریمہ میں پہلے مالوں کا ذکر ہے تو مال تو مانگے جا رہے ہیں مگر بعد میں اَنْفُس کا بھی ذکر ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں فرما رہے ہیں کہ اَنْفُس نہیں مانگے جا رہے۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے اقتباسات میں یہ وضاحت فرما دی ہے کہ مال خرچ کرو اور مال صرف وہی نہیں جو تمہارا صندوقوں میں بند ہو یا بینکوں میں جمع ہو۔مال کے وسیع تر مضمون میں تمہاری جان، تمہاری صلاحیتیں، دماغی ہوں یا روحانی قلبی ہوں وہ ساری مراد ہیں۔ لیکن جو فرما رہے ہیں جانیں نہیں مانگی جا رہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جب کہ واضح طور پر جانوں کے جہاد کے لئے بلایا جاتا تھا اس سے فرق ہے۔اب جانیں قربان تو کرتے ہو مگر اس لئے نہیں کہ تم جانی جہاد کی طرف بلائے جا رہے ہو۔

دنیا کے کسی بھی ملک میں جماعت احمدیہ کو یہ ہدایت نہیں دی جا رہی کہ تلواریں اٹھاؤ اور لڑنا شروع کر دو۔ اگر اس راہ میں اس طرح قربان ہوتے تو اس کو اَنْفُس کی وہ قربانی کہتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ہے۔ مگر دینی جہاد کر رہے ہوں جہاں تلوار نہیں اٹھا رہے لیکن جانیں پھر بھی جاری ہیں ان کی نفی مراد نہیں ہے۔ایسی اطلاعیں تو آئے دن ملتی رہتی ہیں کہ احمدیوں کی جانیں ان سے چھین لی گئیں بظاہر، اور دراصل

تووہ خدا کے سپرد ہوئیں، مگر دشمن نے بظاہر ان سے چھین لیں۔ یہ جانیں اس لئے نہیں چھینی گئیں کہ انہوں نے تلوار کا جہاد کیا تھا۔ اس لئے چھینی گئیں کہ خدا کی راہ میں وہ اپنے مال اور اپنی ساری صلاحیتیں خرچ کر رہے تھے اور موت سے زندگی کی طرف بلا رہے تھے۔اس کا بدلہ ظالم نے یہ دیا کہ ان کو بظاہر موت کی طرف بلایا لیکن فی الحقیقت سوائے اس کے کامیاب نہیں ہو سکا کہ ان کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر گیا۔

تو یہ کچھ اشتباہات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر پورا غور نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تو ایک چھوٹی سی عبارت پڑھتا ہوں مگر جب ان اشتباہات کو دور کرنے کی طرف توجہ کرتا ہوں تو وقت زیادہ لگ جاتا ہے۔ تو اب صرف اتنا سا وقت رہ گیا ہے کہ جو رپورٹ شعبہ مال نے بڑی محنت سے تیار کی ہے اس کا خلاصہ میں آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ جو بنیادی کہنے والی باتیں تھیں وہ یہی ہیں جو میں نے کہہ دی ہیں اب جماعتوں کا شوق بھی ہوتا ہے کہ ہمارا ذکر آئے اور اس ذکر کے نتیجے میں دعا ہو اس لئے میں اب مختصر ان کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلے تاریخ۔ تحریک جدید کا آغاز ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۸ء کو پورے چونسٹھ سال گزر چکے ہوئے ہیں۔ اس تحریک میں بعد میں دفاتر کے اضافے ہوتے رہے ہیں۔ دفاتر سے مراد یہ ہے کہ ایک رجسٹر ان لوگوں کا تیار ہو گیا جنہوں نے شروع میں حصہ لیا پھر وہ رجسٹر بند ہو گیا۔ اور ضرورت ہوئی کہ ایک اور دفتر قائم کیا جائے جو نئے آنے والوں کے رجسٹر کا حساب رکھے تو اس طرح تحریک جدید کے کام بانٹے گئے۔ مختلف دفاتر قائم ہوئے یعنی ایک دفتر کے اندر ہی جنہوں نے اپنا اپنا نئی پود کا حساب سنبھال لیا تو اس پہلو سے دفاتر بہت ہیں جن کا اضافہ ہوا اور اب پانچویں دفتر کے اضافے کا وقت قریب آرہا ہے۔

آج میں تحریک جدید کے جس نئے سال کا اعلان کر رہا ہوں، یہ مختصر تاریخ میں نے آپ کو بتادی ہے اس کی، اس رپورٹ کی وصولی کے وقت بیاسی ممالک کی رپورٹیں مل چکی تھیں۔ ایک سو پچاس سے زائد ممالک ہیں جہاں جماعت قائم ہو چکی ہے ان میں سے بیاسی ممالک کی رپورٹیں ملنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں بڑی سنجیدگی سے قائم ہو رہی ہیں۔ جہاں چھوٹی چھوٹی جماعتیں یا نئی جماعتیں ہیں اور بڑی ہیں وہاں تک پہنچنے میں ہم سے ابھی غفلت ہے، ابھی ہماری طرف سے پوری طرح ان کے ہاں نظام کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ نظام تو رائج کیا گیا مگر مرکزی بنیادی نظام اور ابھی طوعی چندوں کی طرف ان کو واضح طور پر نہیں بلایا جا رہا کیونکہ اس سے خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ان کو شروع میں جو استطاعت ہے اس سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جائے۔ پس یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ممالک زیادہ ہیں مگر تحریک جدید کے نظام میں نسبتاً کم ممالک شامل ہیں اور وہ بھی بڑی تعداد ہے۔

بیاسی ممالک کی رپورٹیں مل چکی ہیں۔ ان رپورٹوں کی رو سے وصولی سولہ لاکھ چھیاسی ہزار پاؤنڈ ہوتی ہے، تحریک جدید کی وصولی۔ جو اس زمانے میں جو آپ کہا کرتے تھے کہ کم سے کم اتنا فرض ہے، اس کا عشر عشیر بھی وصولی نہیں ہوئی تھی سوواں حصہ شاید ہزارواں حصہ بھی وصولی نہ ہو۔ ۱۶،۸۶،۰۰۰ پاؤنڈ وصول ہوئے ہیں جو گزشتہ سال سے پینسٹھ ہزار پاؤنڈ زائد ہیں۔ اب گزشتہ سال سے زائد ہیں باوجود اس کے کہ امریکہ کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں کہ وہاں کافی کمی آئی ہے۔ اسی طرح پاکستان کی جو کرنسی کی حالت ہے آپ کو علم ہی ہے انڈونیشیا کی کرنسی کی جو حالت ہے وہ آپ جانتے ہیں تو اس طرح بہت سے ممالک ہیں جن پر کرنسی کی خرابی کی وجہ سے اگرچہ چندے ان کے کم نہیں ہوئے مگر جب پاؤنڈوں میں ان کو ڈھالا گیا تو کمی دکھائی دی ہے۔ اس لئے ان باتوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے جب اتنی بڑی عظمت عطا فرمائی ہے تو یہ اللہ کا خاص احسان ہے جس کا جتنا بھی ہم شکر ادا کریں کم ہو گا۔

اس سال جرمنی کی جماعت کو مبارک ہو کہ وہ اول نمبر پر آئی ہے باوجود اس کے کہ امیر صاحب مجھے ڈراتے رہے سارا سال کہ یہاں بھی حالات میں ابتری پیدا ہو رہی ہے، بہت سے مہاجر واپس بھیج دئے گئے، چندوں میں کمی آگئی ہے۔ مگر **اللہ کے فضل سے تحریک جدید کے چندے میں سب دنیا سے اس دفعہ جرمنی کی جماعت آگے بڑھ گئی ہے۔** اس سے پہلے امریکہ اوّل نمبر پر ہوا کرتا تھا۔ اب جرمنی کو توفیق ملی ہے اور ان کی جو وصولی ہے وہ گزشتہ سال سے معمولی زیادہ نہیں، گزشتہ سال سے انہوں نے اس سال ایک لاکھ پینتیس ہزار پاؤنڈ زیادہ دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، بہت محنت سے دوڑ میں حصہ لیا ہے۔

ایک خاص جماعت جو قابل ذکر ہے وہ برما کی جماعت ہے، حیرت انگیز ہے۔ بظاہر ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور اتنے زیادہ بظاہر تو ان کی مالی حالت بھی اتنی اچھی دکھائی نہیں دیتی، برما کے حالات آپ لوگ جانتے ہیں مگر تحریک جدید کی طرف انہوں نے اس دفعہ بہت زور مارا ہے۔ پچھلے سال کے مقابل پر تین گنا زیادہ انہوں نے چندہ وصول کیا ہے۔ اور چھوٹی سی جماعت ہونے کے باوجود پینتالیس ہزار پاؤنڈ تحریک جدید کا چندہ ادا کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں جو ٹیبلز (Tables) ہیں وہ بدل گئے ہیں۔ اور اچانک برما کا نام وہاں آگیا ہے جہاں کبھی کسی شمار میں وہ تھا ہی نہیں۔ اول جرمنی، دوم پاکستان، تین امریکہ اور برطانیہ "زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد" اس نے اپنی چوتھی پوزیشن کو نہیں چھوڑنا ہاتھ سے۔ اس دفعہ بھی اسی کا جھنڈا اٹھایا ہوا ہے۔ چوتھی پوزیشن نہیں ہاتھ سے جانے دیتے۔ پانچویں پہ کینیڈا اور چھٹی پر برما۔ کہاں جس کا نہ تین میں شمار تھا نہ تیرہ میں وہ چھٹی پوزیشن میں آگیا ہے اور انڈونیشیا ساتویں پر چلا گیا ہے۔

ہندوستان برما کے مقابل پر اندازہ کریں کتنی بڑی جماعت ہے۔ ہندوستان آٹھویں نمبر پر ہے۔ اب کرنسی کی قیمت کم ہونا بھی ان کے لئے کوئی جواز نہیں رکھتا۔ برما کی جماعت سے مار کھا جانا یہ تو حد ہی ہو گئی۔ زندہ باد برما اور زندہ باد ہندوستان آئندہ کے لئے۔ سوئٹزرلینڈ نویں پوزیشن پہ جا چکا ہے اور دسویں پہ بلجیم اور جاپان ہیں۔ بلجیم نے بھی ماشاء اللہ بہت ترقی کی ہے۔ چھوٹی سی جماعت ہونے کے باوجود اب وہ جاپان کے ساتھ برابر ہو گئی ہے۔ پس اس مختصر ذکر کے ساتھ اور اس آخری ذکر کے ساتھ کہ پاکستان میں جو نمایاں طور پر پہلی جماعتیں ہیں جو اول آئی ہیں اسی ترتیب سے جس ترتیب سے میں نام پڑھ رہا ہوں۔ لاہور اول، ربوہ دوئم، کراچی سوئم، اسلام آباد چہارم، راولپنڈی پنجم اور باقی بہت سی جماعتیں ہیں جنہوں نے تھوڑے چھوٹے کام کئے ہیں ان سب کے لئے دعا کی تحریک کے طور پر انہوں نے لکھا ہے اس میں گوجرانوالہ، سرگودھا، جھنگ، گوجر خان، حافظ آباد، فیصل آباد، خوشاب، حیدر آباد، میرپور، کنری، یہ ترتیب نہیں بلکہ ایسی بہت سی جماعتیں ہیں جن کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ پہلے کی نسبت زیادہ توجہ دی ہے۔ اس لئے دعا کے مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں خطبے کے اختتام کا اور نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ سال ہمارے لئے ہر پہلو سے بہت مبارک کرے اور اس دلچسپ دوڑ میں ہم ہمیشہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کو نیکیوں میں پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرتے رہیں۔

فرخ سلمانی

دلبر مرا یہی ہے

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلکش پہلو

آخرت کا طالب

حضرت اسودؓ بیان کرتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ بیمار تھے اور ایک قطوانی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور تکیہ ایسا تھا جس کے اندر اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کہنے لگے حضور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں قیصر و کسریٰ تو ریشمی گدے پر آرام کریں اور آپ اس حالت میں ہوں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ یہ آرام وہ سامان تمہیں آخرت میں میسر آئیں اور ان دنیا داروں کے لئے صرف یہ دنیا ہو یعنی عیش و عشرت اور مسرفانہ زندگی ہمارا شیوہ نہیں۔ پھر عمرؓ نے حضورؐ کے جسم مبارک کو چھوا تو دیکھا کہ آپؐ شدید بخار میں مبتلا ہیں۔ اس پر عمرؓ کہنے لگے حضورؐ آپ تو اللہ کے رسول ہیں تعجب ہے کہ آپ کو بھی اس قدر تیز بخار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس امت میں سب سے زیادہ آزمائش اس کے نبی کی ہے کہ وہ نمونہ ہے، پھر درجہ بدرجہ نیک اور بڑے لوگوں کی اور یہی طریق گزشتہ نبیوں اور امتوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے۔

(مسند امام اعظم۔ کتاب الرقاق ص 217)

حسین انتقام

طواف کے بعد آنخضرت ﷺ نے کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ سے بیت اللہ کی چابیاں منگوائیں۔

جب حضورؐ مکہ میں تھے تو سوموار اور جمعرات کے دن خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور لوگ اندر جاتے تھے۔ ایک دفعہ آنخضرت ﷺ اندر جانے لگے تو اسی عثمان نے اس پاک رسولؐ کو خدا کے اس گھر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ جس کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا۔

رسول خدا ﷺ نے اس وقت عثمان کو کہا:۔

"اس خانہ خدا کی چابیاں ایک دن میرے پاس آئیں گی اور پھر جسے میں چاہوں گا دوں گا۔"

اور اب وہ دن آچکا تھا اور عثمان بن طلحہ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چابیاں خدا کے رسولؐ کو پیش کر رہا تھا۔

اب دنیا منتظر تھی کہ عثمان بن طلحہ سے بطور انتقام چابیاں واپس لے لی جائیں گی اور کسی اور کے سپرد ہوں گی۔

حضرت علیؓ رسول خداؐ کی خدمت میں عرض بھی کر چکے تھے کہ آج سے کعبہ کی دربانی کی خدمت بنو ہاشم کو عطا کی جائے ادھر رسول خدا ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے

تو عثمان بن طلحہ سے یوں انتقام لیا کہ چابیاں اس کے حوالے کردیں اور فرمایا:۔

"میں یہ چابیاں ہمیشہ کے لئے تمہیں اور تمہارے خاندان کو دیتا ہوں اور کوئی بھی تم سے یہ چابیاں واپس نہیں لے گا سوائے ظالم کے۔"

یہ احسان عظیم دیکھ کر مشرک عثمان بن طلحہ کا سر جھک گیا۔ اور اس کا دل محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں تھا۔ اس نے اسی وقت اعلان کیا۔

"میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمدؐ اس کا رسولؐ ہے۔

یہ تھا انتقام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اور کتنا حسین ہے یہ انتقام!!

کوئی ہے جو اس کی نظیر پیش کرے؟

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 101)

مشرکوں کو مسجد میں ٹھہرایا

فتح مکہ کے بعد جب طائف سے بنو ثقیف کا ایک وفد آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کے لئے مسجد میں خیمے نصب کروائے اور وہاں ان کو ٹھہرایا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ پلید مشرک قوم ہے مسجد میں ان کا ٹھہرانا مناسب نہیں آپ نے فرمایا:۔

ارشاد الٰہی انما المشرکون نجس میں دل کی طرف اشارہ ہے۔ جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں۔ اور نہ کوئی انسان ان معنوں میں پلید ہے کیونکہ سب انسان پاک ہیں اور وہ ہر مقدس سے مقدس جگہ میں بلا روک ٹوک جاسکتے ہیں۔

(احکام القرآن جلد 3 ص 109)

کھجور کے 300 پودے

حضرت سلمان فارسیؓ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت وہ مدینہ کے ایک یہودی کے غلام تھے۔ اور اس نے حضرت سلمان فارسی کی آزادی کی یہ قیمت مقرر کی کہ وہ کھجور کے تین سو درخت لگائیں۔ نلائی گوڈی کر کے پانی دے کر انہیں تیار کریں اور مالک کے حوالے کردیں نیز چالیس اوقیہ (ایک پیمانہ) چاندی اس کو ادا کریں۔

حضرت سلمانؓ نے جب حضور ﷺ کو یہ اطلاع دی تو حضور نے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کھجور کے پودے لے آئے۔ کوئی تیس کوئی بیس کوئی دس۔ یہاں تک کہ تین سو پودے جمع ہو گئے۔

پھر حضور نے ان کے لئے گڑھے کھودنے کا حکم دیا چنانچہ صحابہ نے اپنے بھائی کی پوری پوری مدد کی اور تمام گڑھے اجتماعی وقار عمل سے کھود لئے گئے۔

جب حضور کو اطلاع کی گئی تو حضور نے تمام پودے اپنے ہاتھوں سے گڑھوں میں لگائے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم ایک ایک پودے کو حضور کے قریب لاتے اور آپ اسے اپنے دست

مبارک سے گڑھے میں رکھ دیتے۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں خدا کی قسم ان پودوں میں سے ایک بھی نہیں مرا اور سارے کے سارے پھولنے پھلنے لگے۔

اس طرح اس یہودی کی شرط پوری ہوگئی۔ اسی طرح حضور کو کسی نے سونا پیش کیا جو حضور نے حضرت سلمان کو دے دیا اور انہوں نے آزادی حاصل کرلی۔

(سیرۃ ابن ہشام باب اسلام سلمان جلد ا ص 234 مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر-1936ء)

ایک سبق

حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے لوگ زور زور سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! میانہ روی اختیار کرو۔ نہ تو تم کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ ہی کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم ایسی ہستی کی بڑائی بیان کررہے ہو جو سمیع ہے، تم سے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔

(مسلم کتاب الذکر باب استحباب خفض الذکر)

اونٹ کی اصلاح

حضرت جابر بن عبداللہؓ ایک غزوہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار لشکر کے آگے آگے جارہا تھا کہ اچانک اونٹ تھک کر ایسے اَڑ گیا کہ چلنے کا نام نہ لیتا تھا اتنی دیر میں پیچھے سے رسول کریمؐ پہنچ گئے آپؐ کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ اونٹ اَڑ گیا ہے۔ رسول کریمؐ کے دل میں اپنے اس نوجوان عزیز مجاہد کے لئے دعا کی ایسی تحریک پیدا ہوئی کہ خود اونٹ کو پیچھے سے ہانکنے لگے اور اس کے لئے دعا بھی کی۔ چند لمحوں میں حضرت جابرؓ نے قبولیت دعا کا ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ وہ اونٹ جو تھوڑی دیر پہلے ایک قدم اٹھانے کے لئے بھی تیار نہ تھا اب ایسے دوڑنے لگا کہ اب تمام قافلہ سے آگے ہو گیا رسول کریمؐ نے یہ حال دیکھا تو غالباً دعا کی اہمیت ذہن نشین کرانے کے لئے جابرؓ سے فرمایا اب سناؤ کیسا ہے تمہارا اونٹ؟ جابرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اب تو آپؐ کی دعا کی برکت اسے ایسی پہنچی ہے کہ خوب تیز چلنے لگا ہے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب استیذان الرجل الامام)

معجزانہ شفا

رسول کریمؐ نے بعض بیماریوں کے لئے معجزانہ شفا کی دعا مانگی اور خدا تعالیٰ نے بعض واقعات میں اس دعا کی قبولیت کے فوری اثرات ظاہر فرمائے، غزوہ خیبر میں جب رسول اکرمؐ نے اعلان فرمایا کہ کل میں جس شخص کو جھنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا تو کئی صحابہ نے اس امید میں رات بسر کی کہ شاید یہ قرعہ فال ان کے نام پڑے۔ حضرت علیؓ کو آشوب چشم کی تکلیف تھی اور آنکھیں اتنی شدید دکھتی تھیں کہ صحابہؓ کا اس طرف خیال ہی نہیں گیا کہ یہ عظیم فاتح حضرت علیؓ بھی ہو سکتے ہیں۔ اگلی صبح جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو یاد کیا تو صحابہؓ نے ان کی بیماری کی وجہ سے معذوری پیش کرنا چاہی مگر نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی، خدا نے حضرت علیؓ کو معجزانہ طور پر اسی وقت شفا عطا فرمائی اور شفا بھی ایسی کہ یوں لگتا تھا جیسے پہلے کبھی آپؓ کی آنکھیں خراب ہی نہ ہوئیں تھیں۔

(بخاری کتاب الجہاد)

مجلس کے خاتمہ پر دعا

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب کبھی کسی مجلس سے اٹھتے تو آپؐ دعا کرتے: اے میرے اللہ! تو ہمیں اپنا خوف عطا کر جسے تو ہمارے اور گناہوں کے درمیان روک بنا دے اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا کر جس کی وجہ سے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور اتنا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تو ہم پر آسان کر دے۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا۔ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ اور دین میں کسی ابتلا کے آنے سے بچا۔ اور ایسا کر کہ دنیا ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو اور نہ یہ دنیا ہمارا مبلغ علم ہو یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی محدود نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب جامع الدعوات)

پاک زبان

مسروق کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم عبداللہ بن عمرو کے پاس بیٹھے تھے (آنحضرت ﷺ کا تذکرہ ہو رہا تھا) عبداللہ بن عمرو ہمیں حضور کی باتیں بتا رہے تھے کہ دوران گفتگو عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ حضورؐ کی زبان پر کبھی کوئی ایسی بات نہیں آتی تھی جو ناپسندیدہ ہو۔ کبھی کوئی فحش کلمہ کوئی بے حیائی کی بات ہم نے حضور کی زبان سے نہیں سنی نہ حضور کو ایسی عادت تھی نہ حضورؐ تکلفاً کوئی ایسی بات کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو تم میں سے اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

(بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق)

خطرہ میں سب سے آگے

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور سب انسانوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا (کسی طرف سے کوئی آواز آئی تھی) لوگ آواز

کی طرف دوڑے تو سامنے سے نبی کریم ﷺ ان کو آتے ملے آپؐ بات کی چھان بین کر کے واپس آرہے تھے ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ گھوڑے کی پیٹھ ننگی تھی۔

اور آپؐ نے اپنی گردن میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ لوگوں کو سامنے سے آتے دیکھا تو فرمایا ڈرو نہیں میں دیکھ آیا ہوں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ پھر آپؐ نے ابوطلحہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا ہم نے اس کو اپنی تیز رفتاری میں سمندر جیسا پایا۔ یا یہ فرمایا کہ یہ تو سمندر رہے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب الحمائل)

مجھے بھی ثواب کی خواہش ہے

آنحضرت ﷺ جب غزوہ بدر کے لئے مدینہ سے نکلے تو سواریاں بہت کم تھیں تین تین آدمیوں کے حصے ایک ایک اونٹ آیا۔ آنحضرت ﷺ خود بھی اس تقسیم میں شامل تھے۔ اور آپؐ کے حصہ میں جو اونٹ آیا اس میں آپؐ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓ بھی شریک تھے اور سب باری باری سوار ہوئے۔

جب رسول کریم ﷺ کے اترنے کی باری آتی تو دونوں جانثار عرض کرتے یا رسول اللہ آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے مگر آپؐ فرماتے تم دونوں مجھ سے زیادہ پیدل چلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ میں تم دونوں سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں۔

(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴۱۱۔ المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت)

گمشدہ پیالے کی قیمت

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک بڑا پیالہ کسی سے مستعار لیا۔ مگر وہ گم ہو گیا تو حضورؐ نے اس کا تاوان یعنی اس کی قیمت ادا فرمائی۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب فیمن یکسرلہ شئی)

اب یہ اونٹ تیرا ہے

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں ایک اڑیل اونٹ پر سوار تھا جو میرے والد حضرت عمر کی ملکیت تھا اور میرے قابو میں نہیں آرہا تھا وہ بار بار سارے قافلہ سے آگے نکل جاتا تو حضرت عمرؓ ناراض ہوتے اور اس کو پیچھے کرتے۔ جب حضور ﷺ نے ابن عمرؓ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ دو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں تو بغیر قیمت کے ہی پیش کر دیتا ہوں مگر حضورؐ نے باصرار ان سے اونٹ خرید لیا۔ اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔

اے ابن عمرؓ اب یہ اونٹ تیرا ہے اس کے ساتھ جو چاہے کر۔

(بخاری کتاب البیوع باب اذا اشتریٰ بیعاً)

میرا خدا بچائے گا

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نجد کی طرف حضور کی قیادت میں جہاد کیا جب حضور اس جنگ غزوہ ذات الرقاع سے واپس لوٹے تو جابر بھی ساتھ لوٹے جابر کہتے ہیں کہ واپسی پر ہمیں قیلولہ کا وقت ایک ایسی وادی میں آیا جس میں کثرت سے خاردار درخت اگے ہوئے تھے۔ حضور (اور قافلہ) وہاں اتر پڑے صحابہ حضورؐ کو چھوڑ کر اس خاردار درختوں کے جنگل میں درختوں کے سایوں کی تلاش میں ادھر ادھر بکھر گئے (حضورؐ کو اکیلا چھوڑ دیا) حضورؐ بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار لٹکا دی اور سو گئے۔ جابر کہتے ہیں پھر ہمیں اچھی گہری نیند آگئی ہم سوئے ہوئے تھے کہ ہم نے حضورؐ کی آواز سنی جو ہمیں بلا رہے تھے ہم حضورؐ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو حضورؐ کے پاس بیٹھا ہے اس وقت حضورؐ نے ہمیں بتایا کہ میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار میرے پر سونت لی۔ میری آنکھ کھل گئی اور یہ تلوار سونتے ہوئے سر پر کھڑا تھا۔ میں جاگا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے تو میں نے اسے جواب دیا اللہ۔ اب دیکھ لو یہی وہ شخص ہے جو یہاں بیٹھا ہے جابر کہتے ہیں کہ حضور نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہ دی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

آٹا اور پانی گرا دو

جس جگہ پر عذاب آچکا ہو وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ٹھہرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اس قدر خائف تھے اور اس کا تقویٰ آپؐ کے دل میں ایسا مستولی تھا کہ نہ صرف آپؐ ایسے افعال سے محفوظ تھے کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف ہو اور نہ صرف لوگوں کو ایسے افعال میں مبتلا ہونے سے روکتے تھے بلکہ آپؐ ان مقامات میں ٹھہرنا برداشت نہ کرتے تھے جس جگہ کسی قوم پر عذاب آچکا ہو۔ اور ان واقعات کو یاد کر کے ان افعال کو آنکھوں کے سامنے لا کر جن کی وجہ سے وہ عذاب نازل ہوئے آپؐ اس قدر غضب الٰہی سے خوف کرتے کہ اس جگہ کا پانی تک استعمال کرنا آپ مکروہ جانتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر مقام حجر پر اترے آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نہ پئیں اور نہ پانی بھریں یہ حکم سن کر صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور پانی بھر لیا ہے آپؐ نے حکم دیا کہ اس آٹے کو پھینک دو اور اس پانی کو بہا دو۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب الی ثمود)

علم کا سمندر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کونسا عمل۔ فرمایا کہ والدین سے نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کون سا

عمل ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوشش کرنا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریمؐ نے یہ بیان فرمایا اور اگر میں آپؐ سے اور پوچھتا تو آپؐ اور بتاتے۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

بظاہر تو یہ حدیث ایک ظاہر بین کو معمولی معلوم ہوتی ہوگی لیکن غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپؐ کا وقار کیسا تھا کہ صحابہؓ آپؐ سے جس قدر سوال کئے جائیں آپؐ گھبراتے نہ تھے بلکہ جواب دیتے چلے جاتے اور صحابہؓ کو یقین تھا کہ آپؐ ہمیں ڈانٹیں گے نہیں۔ امراء کو ہم دیکھتے ہیں کہ ذرا کسی نے دو دفعہ سوال کیا اور چیں بجبیں ہو گئے۔ کیا کسی کی مجال ہے کہ کسی بادشاہ وقت سے بار بار سوال کرتا جائے اور وہ اسے کچھ نہ کہے بلکہ بادشاہوں اور امراء سے تو ایک دفعہ سوال کرنا بھی مشکل ہوتا ہے اور وہ سوالات کو پسند ہی نہیں کرتے اور سوال کرنا اپنی شان کے خلاف اور بے ادبی جانتے ہیں اور اگر کوئی ان سے سوال کرے تو اس پر سخت غضب نازل کرتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں کہ باوجود ایک ملک کے بادشاہ ہونے کے طبیعت میں ایسا وقار ہے کہ ہر ایک چھوٹا بڑا جو دل میں آئے آپؐ سے پوچھتا ہے اور جس قدر چاہے سوال کرتا ہے۔ لیکن آپؐ اس پر بالکل ناراض نہیں ہوتے بلکہ محبت اور پیار سے جواب دیتے ہیں اور اس محبت کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنے دلوں میں یقین کر لیتے ہیں کہ ہم جس قدر بھی سوال کرتے جائیں آپؐ ان سے اکتائیں گے نہیں۔ کیونکہ جو حدیث میں اوپر لکھ آیا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف اس موقع پر آپؐ اعتراضات سے نہ گھبرائے بلکہ آپؐ کی یہ عادت تھی کہ آپؐ دین کے متعلق سوالات سے نہ گھبراتے تھے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جتنے سوال آپؐ سے کئے آپ نے ان کا جواب دیا۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ لواستزدت لزاد اگر میں اور سوال کرتا تو آپؐ پھر بھی جواب دیتے۔ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ آپ جس قدر سوالات بھی کرتے جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوں گے بلکہ ان کا جواب دیتے جائیں گے اور یہ نہیں ہو سکتا تھا جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہ نہ ہو کہ آپؐ ہر قسم کے سوالات کا جواب دیتے جائیں۔

(سیرۃ النبی صفحہ 87)

ذکر الٰہی کی تڑپ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لئے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہوگئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی پس آپؐ نکلے اور دو آدمی آپ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کرکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

(بخاری کتاب الاذان باب حد المریض)

انکساری

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر حسن خلق کا مالک نہیں تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ صحابہؓ میں سے کسی نے یا اہل بیت میں سے کسی نے آپ کو بلایا ہو اور آپؐ نے اس کو لبیک یعنی حاضر ہوں کہہ کر جواب نہ دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانک لعلٰی خلق عظیم۔ کہ تو خلق عظیم پر فائز کیا گیا ہے۔

معلم اخلاق

معاویہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں حضورؐ کی خدمت میں (قبول اسلام کے لئے) حاضر ہوا مجھے اسلام کی بہت سی باتیں سکھائی گئیں اور ایک بات جو مجھے سکھائی گئی وہ یہ تھی کہ حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ جب چھینک لو تو الحمدللہ کہو اور جب کوئی دوسرا چھینک لے کر الحمدللہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہا کرو۔ معاویہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص نے چھینک لی اور الحمدللہ کہا تو میں نے نماز ہی میں یرحمک اللہ کہہ دیا اور بڑی اونچی آواز سے کہا۔ دوسرے نمازی (میری آواز سن کر) مجھے گھورنے لگے جیسے اپنی نظروں سے مجھ پر تیر برسا رہے ہوں مجھے یہ بہت برا لگا اور میں (نماز ہی میں) بولا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے مجھے یوں کنکھیوں سے کیوں گھورتے ہو۔ میرا یہ کہنا تھا کہ نمازی سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے اور ساتھ ہی وہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے تب میں سمجھا کہ وہ مجھے چپ کراتے ہیں تو میں چپ ہو گیا جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا نماز میں کون بولتا تھا تو آپؐ سے (میری طرف اشارہ کرکے) عرض کیا گیا کہ یہ بدو۔ اس پر حضورؐ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان حضورؐ نے مجھے مارا نہ جھڑکا نہ گالی دی بس یہ فرمایا "نماز قرآن کی تلاوت اور اللہ جل شانہ' کے ذکر کے لئے ہوتی ہے اس لئے جب تم نماز پڑھو تو تمہاری حالت بھی اس کے مطابق ہونی چاہئے" معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے آج تک حضورؐ سے بڑھ کر نرمی کے ساتھ علم سکھانے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تشمیت العاطس)

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کے واقعات

بدر کی فتح

بدر کی فتح کو اگر کوئی 313 نہتے مسلمانوں کی فتح قرار دیتا ہے تو دے میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ دراصل میرے آقا و مولیٰ کی ان بے قرار دعاؤں کی فتح تھی جو بدر کی جھونپڑی میں نہایت عاجزی اور اضطراب سے آپ ؐ نے مانگیں۔ آپ ؐ نے اپنے مولیٰ کو سب واسطے دیئے۔ یہاں تک کہ اس کو اس کی توحید کا واسطہ بھی دیا کہ۔

اے مولیٰ! آج تو نے اس چھوٹی سی موحد جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ بدر)

کس قدر خدائی غیرت کو جوش دلانے والی ہے یہ دعا۔ گویا بالفاظ دیگر آپ ؐ اپنے مولیٰ سے یوں مخاطب تھے کہ ان مٹھی بھر جانوں کی تو پرواہ نہیں، مجھے تو تجھ سے اور تیری توحید سے محبت ہے اور سالہا سال کی محنت کے بعد چند موحد عبادت گزاروں کی یہ مٹھی بھر جماعت میں نے تیار کی ہے۔ اگر اس جماعت کو بھی تو نے ہلاک کر دیا تو مجھے یہ فکر ہے کہ تیرے نام لیوا کہاں سے آئیں گے؟ بدر کے جھونپڑے میں کی جانے والی یہ دعا ہی تھی جو بارگاہ الوہیت میں مقبول ہوئی تو اس نے کنکروں کی ایک مٹھی کو طوفان باد و باراں میں بدل کے رکھ دیا۔ اور 313 نہتے مسلمانوں کو مشرکین کے ایک ہزار مسلح لشکر جرار پر فتح عطا فرمائی۔

(بخاری کتاب المغازی و کتاب الجہاد)

فتح احزاب

غزوہ احزاب کی فتح بھی دعاؤں کی فتح تھی جب مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں مسلح لشکر چڑھ آئے اور محصور مسلمان سخت سردی کے ایام، ناکافی غذائی ضروریات کے باعث مرنے لگے۔ صحابہ ؓ رسول نے بھوک کا مقابلہ کرنے کے لئے پیٹوں پر پتھر باندھ لئے اور خود رسول خدا کے پیٹ پر دو پتھر تھے۔ وہ جنگ صرف ایک اعصاب شکن جنگ نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی زندگی پر ہولناک ابتلا تھا۔ جس کا سچا نقشہ اور صحیح تصویر قرآن شریف نے یوں کھینچی ہے۔

"جب دشمن اوپر سے بھی چڑھ آئے تھے اور نیچے سے بھی اور آنکھیں پتھرا گئیں تھیں اور دل مارے خوف کے اچھل کر گلوں تک آ رہے تھے اور مومنوں کو خدا کے وعدوں پر طرح طرح کے گمان آنے لگے۔ جہاں مومن خوب آزمائے گئے اتنے کہ ان کی زندگیوں پر ایک شدید اور خوفناک زلزلہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ ہلا کر اور جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے۔"

(الاحزاب 11-12)

ان نازک حالات میں جب شہر مدینہ کو زندگی اور موت کا مسئلہ درپیش تھا۔ مدینہ میں ایک وجود ایسا بھی تھا جو اپنے آقا پر کمال توکل کے ساتھ ان دعاؤں میں مصروف تھا۔

اے میرے مولیٰ! اپنی پاک کتاب کو نازل کرنے والے اور جلد حساب لینے والے عرب کے ان تمام لشکروں کو پسپا کر دے ان کو شکست فاش دے اور ہلا کر رکھ دے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احزاب)

اس دعا کے نتیجہ میں اچانک ایک خوفناک آندھی نمودار ہوئی جس نے عربوں کی آگیں بجھا دیں تو وہ محاصرہ چھوڑ کر سخت افراتفری کے عالم میں بھاگے اور ایسے بھاگے کہ سر پیر کا ہوش نہ رہا۔ لشکر کفار کا سردار ابوسفیان اپنے اونٹ کا گھٹنا تک کھولنا بھول گیا اور بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہو کر اسے بھگانا چاہا۔ رسول کریم ؐ اس موقع پر دعاؤں کی قبولیت کے معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے بے اختیار یہ کہہ اٹھے۔

کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنے گروہ کو عزت دی اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور خود ہی تمام لشکروں پہ غالب آیا سب کچھ وہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

(بخاری کتاب المغازی)

فتح خیبر

غزوہ خیبر کا عظیم معرکہ بھی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ تھا جب مسلسل کئی روز مختلف جرنیلوں کی سرکردگی میں ترتیب دیئے گئے لشکر خیبر کے قلعوں کو فتح نہ کر سکے تو رسول کریم ؐ دعاؤں میں لگ گئے، تب واقعہ یہ ہوا کہ خیبر کے محاصرہ کی ساتویں رات حضرت عمر ؓ کے حفاظتی دستے نے ایک یہودی جاسوس کو اسلامی لشکر کے قریب گھومتے ہوئے گرفتار کر لیا اور اسے رسول کریم ؐ کی خدمت میں لے آئے اس وقت بھی حضور ؐ خدا کے حضور سربسجود دعاؤں میں مصروف تھے۔ مگر آپ ؐ کی دعائیں رنگ لا چکی تھیں، یہودی جاسوس نے جان کی امان طلب کرتے ہوئے مسلمانوں کو خیبر کے قلعوں کے اہم جنگی راز بتا دیئے اس نے اہل خیبر کے خوف و ہراس اور مایوسی کے نتیجہ میں ایک قلعہ خالی کر دینے کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ فتح ہونے پر وہ راشن اور اسلحہ کے ذخیرے بھی بتائے گا۔

(سیرت الحلبیہ باب فتح خیبر)

دعاؤں کے نتیجہ میں خیبر کی فتح کی کلید حاصل ہو چکی تھی رسول کریم ؐ نے اس وقت اعلان فرمایا کہ صبح آپ ؐ اس شخص کو لشکر اسلامی کا علم عطا کریں گے جس کے ہاتھ پر خدا مسلمانوں کو فتح دے گا، اور پھر آپ ؐ نے حضرت علی ؓ کو بلا کر علم اسلام عطا کیا ان کی دکھتی آنکھیں آپ کی دعا کے فوری اثر سے شفایاب ہوئیں اور دعاؤں کے ساتھ آپ نے حضرت علی ؓ کو رخصت کیا اور

اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خیبر فتح فرمایا۔

(بخاری کتاب الجہاد و مغازی)

فتح مکہ

مکہ کی عظیم الشان فتح بھی رسول کریمؐ کی دعاؤں کا تابندہ نشان تھا' وہ رحمت دو عالم' رحمت مجسم صدق دل سے چاہتے تھے کہ معاہدہ شکن دشمن پر اس طرح اچانک چڑھائی کریں کہ اسے کانوں کان خبر نہ ہو اور اس کے نتیجہ میں دشمن جانی نقصان سے بھی بچ جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے دیگر تدابیر کے علاوہ آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور دعاؤں میں لگ گئے۔ کہ اے اللہ! قریش کے جاسوس ہم سے روک رکھنا اور ہماری خبریں ان تک نہ پہنچنے پائیں۔

(سیرت الحلبیہ فتح مکہ)

یہ دعائیں ایسی مقبول ہوئیں کہ جب رسول خدا نہایت راز داری کے ساتھ دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں اہل مکہ کے سر پر آن پہنچے تو بھی ابوسفیان کو یقین نہ آتا تھا کہ مسلمان اتنے بڑے لشکر کے ساتھ اتنی تیزی سے مکہ پر چڑھ آئے ہیں۔ اسے ایسی (Surprise) ملی کہ جس کے نتیجہ میں وہ مقابلہ کا موقعہ نہ پاسکا اور رسول اللہؐ کی دعاؤں سے مکہ بغیر جنگ اور خون کے فتح ہوگیا۔

کھانے میں اضافہ

غزوات میں قدم قدم پر جو مشکلات آپؐ کو یا آپؐ کے صحابہؓ کو پیش آئیں آپؐ اسی وقت خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہو کر ان کا ازالہ کرتے۔ ایک جنگ میں زاد راہ اور راشن کی بہت قلت ہوگئی' صحابہؓ کرام پریشان ہو کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانے کے لئے اپنے سواری کے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت چاہی پہلے تو آپؐ نے ان پر رحم کھاتے ہوئے اجازت دے دی مگر بعد میں حضرت عمرؓ کے اس سوال پر کہ سواری کے اونٹ بھی نہ رہے تو سفر کیسے طے ہوگا آپؐ کو دعا کا جوش پیدا ہوا اور اسی وقت آپؐ نے اعلان کروایا کہ جو بچی کھچی زاد راہ قافلہ کے پاس ہے وہ لے آئے پھر آپؐ نے اس قلیل سے جمع شدہ راشن پر برکت کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہی راشن اتنا بڑھ گیا کہ قافلہ کے سب لوگ اپنے اپنے برتن بھر کر لے گئے۔ قبولیت دعا کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر رسول خدا ﷺ بے اختیار کہہ اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(بخاری کتاب الجہاد باب حمل الزاد فی الغزو)

اونٹ کی اصلاح

حضرت جابر بن عبداللہؓ ایک غزوہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار لشکر کے آگے آگے جارہا تھا کہ اچانک اونٹ تھک کر ایسے اَڑ گیا کہ چلنے کا نام نہ لیتا تھا اتنی دیر میں پیچھے سے رسول کریمؐ پہنچ گئے آپؐ کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ اونٹ اَڑ گیا ہے۔ رسول کریمؐ کے دل میں اپنے اس نوجوان عزیز مجاہد کے لئے دعا کی ایسی تحریک پیدا ہوئی کہ خود اونٹ کو پیچھے سے ہانکنے لگے اور اس کے لئے دعا بھی کی۔ چند

لمحوں میں حضرت جابرؓ نے قبولیت دعا کا ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ وہ اونٹ جو تھوڑی دیر پہلے ایک قدم اٹھانے کے لئے بھی تیار نہ تھا اب ایسے دوڑنے لگا کہ اب تمام قافلہ سے آگے ہو گیا رسول کریمؐ نے یہ حال دیکھا تو غالباً دعا کی اہمیت ذہن نشین کرانے کے لئے جابرؓ سے فرمایا اب سناؤ کیسا ہے تمہارا اونٹ؟ جابرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اب تو آپؐ کی دعا کی برکت اسے ایسی پہنچی ہے کہ خوب تیز چلنے لگا ہے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب استیذان الرجل الامام)

صحت کی دعا

رسول کریمؐ کے ایک صحابی حضرت جریرؓ بن عبداللہؓ کو ذوالخلصہ کا معبد منہدم کرنے کے لئے بھجوایا جو بیت اللہ کے مقابل پر کعبہ یمانی کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا' حضرت جریرؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا رسولؐ اللہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا کی اے اللہ! اس کو مضبوط اور ثابت کردے اور اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا بنا دے۔ حضرت جریرؓ بیان کرتے تھے کہ دعا کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذی الخلصہ)

مظلوموں کے لئے دعا

رسول کریمؐ کو اپنی امت کے ساتھ جو محبت تھی اس کا ایک اظہار آپؐ نے اپنی شبانہ روز دعاؤں سے بھی کیا۔ جب آپؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے تو اس وقت کئی کمزور مسلمان ایسے تھے جو مکہ میں رہ گئے اور مختلف وجوہ سے ہجرت نہ کرسکتے تھے اور مکہ میں اذیتیں برداشت کررہے تھے آپؐ کے دل میں اپنے ان کمزور بھائیوں کے لئے جو درد تھا اس کا اندازہ آپؐ کی دعاؤں سے کیا جاسکتا ہے' ایک زمانہ تک آپؐ اپنے ان مظلوم مریدوں کے نام لے لے کر عشاء کی نماز میں دعا کرتے اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو کفار مکہ سے نجات دے' اے اللہ! ولید بن ولید کو ان سے رہائی دے' اے اللہ' سلمہ بن ہشام کو مشرکوں کے ظلم سے بچا' اے اللہ! سب کمزور مسلمانوں (مومنوں) کی نجات کے سامان فرما۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء علی المشرکین)

بخشش کی دعا

امت کے ساتھ دعاؤں کے پہلو سے حضورؐ کی محبت آپؐ کے اس جذبہ سے کیسی صاف جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جو آپؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کو کسی ایک دعا کی قبولیت کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی یہ دعا چھپا کر رکھ لوں اور آخرت میں امت کی شفاعت کے لئے خدا کے حضور یہ دعا مانگوں کہ میری امت کو بخش دے۔

(بخاری کتاب الدعوات)

والی کے لئے دعا

رسول کریمؐ نے اپنی امت مرحومہ کا اتنا خیال رکھا کہ اس کے حق میں یہ دعا کی اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کا والی یا حاکم ہو اور اس پر سختی یا زیادتی کرے تو خود اس سے بدلہ لینا اور اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا اور جو والی یا حاکم میری امت سے نرمی کا سلوک کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک فرمانا۔

(جامع الصغیر للسیوطی)

پھر آپؐ نے اپنے روحانی خلفاء کے حق میں دعا کی اے اللہ! میرے ان خلفاء کے ساتھ خاص رحم اور فضل کا سلوک فرمانا جو میرے زمانہ میں آئیں گے اور میری احادیث اور سنت لوگوں تک پہنچائیں گے خود اس پر عمل کریں گے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں گے۔

(جامع الصغیر للسیوطی)

یہ تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ کی دعاؤں کی وسعت کا عالم تھا۔ جس سے کوئی دور اور زمانہ محروم نہیں رہا۔ اور قیامت تک آنے والے متبعین امت کے لئے آپؐ نے دعائیں کر دی ہیں۔ لیکن وہ خوش نصیب جنہوں نے آپؐ کا مبارک دور دیکھا، انہوں نے قبولیت دعا کے ایسے نشان کثرت سے دیکھے۔

وبا ٹل گئی

جب آپؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو یہ ایک وبائی علاقہ تھا جس کی وجہ سے کئی صحابہؓ حضرت ابو بکرؓ، حضرت بلالؓ، اور حضرت عائشہؓ وغیرہ بیمار پڑ گئے رسول کریمؐ نے اس وقت خدا کے حضور دعا کی کہ اے مولیٰ اس وبائی علاقہ کی وباء کو دور کردے، اے اللہ مکہ کی طرح مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کردے اور اس شہر کے رزق میں برکت عطا فرما۔

(بخاری فضائل المدینہ)

یہ دعا جس طرح قبول ہوئی خود شہر مدینہ کی آبادی و شادابی اس پر شاہد و ناطق ہے۔

قحط دور ہو گیا

ایک دفعہ مدینہ میں سخت قحط پڑ گیا، ایک شخص نے خطبہ جمعہ میں کھڑے ہو کر نہایت لجاجت سے باران رحمت کے نزول کی دعا کے لئے عرض کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مال مویشی خشک سالی سے ہلاک ہو گئے اور راستے ٹوٹ گئے اور آپؐ دعا کریں کہ خدا بارش دے۔ رسول کریمؐ نے اسی وقت ہاتھ اٹھایا اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہماری خشک سالی دور کر اور ہم پہ بارش برسا حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہیں آتا تھا اور مطلع بالکل صاف تھا اچانک سلع کی پہاڑیوں کے پیچھے سے چھوٹی سی ایک بدلی اٹھی جو وسط آسمان میں آکر پھیلی۔ پھر برسی اور خوب برسی یہاں تک کہ ایک ہفتہ تک ہم نے سورج کی شکل نہ دیکھی اگلے خطبہ جمعہ کے دوران پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اب تو بارش کی کثرت سے مال مویشی مرنے لگے ہیں۔ اور رستے ٹوٹ رہے ہیں۔ دعا کریں کہ اب بارش تھم جائے رسول کریمؐ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! ان بادلوں کو ہمارے ارد گرد سے لے جا۔ ان کو ہم پہ نہ برسا، پہاڑوں، ٹیلوں، وادیوں اور درختوں پر لے جا تب اسی وقت بارش تھم گئی اور ہم جمعہ کے بعد باہر نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔

(بخاری ابواب الاستسقاء)

یہ تو ایک عجیب اور معجزانہ رنگ کی قبولیت دعا کا تذکرہ تھا جو خاص طور پر دعا کی تحریک کے بعد جوش سے ظہور پذیر ہوئی۔ ورنہ دعا تو رسول کریمؐ کا معمول تھا۔ کبھی صحابہؓ کی خدمات دینیہ دیکھ کر از خود آپؐ کو تحریک دعا ہوتی اور کبھی دعا کے نتیجہ میں جوش دعا کا نتیجہ ظاہر ہوتا۔

ابو اوفیٰ کے لئے دعا

حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں جو شخص بھی مالی قربانی کے طور پر صدقہ یا چندہ پیش کرتا آپؐ اس کے خاندان کے لئے دعا کرتے ایک دفعہ میرے والد حضرت ابو اوفیٰ نے کچھ مال بطور صدقہ پیش کیا تو آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابو اوفیٰ کے خاندان پر رحمتیں نازل کر۔

(بخاری کتاب الدعوات)

ابن عباس کے لئے دعا

ایک دفعہ آپؐ وضو کی تیاری میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس وقت کم سن بچے تھے، دس گیارہ برس کی عمر ہو گی۔ انہوں نے حضورؐ کے لئے پانی کا لوٹا بھر کے رکھ دیا۔ حضورؐ تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے۔ عرض کیا گیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے! تب آپؐ کے دل میں اس بچہ کے لئے محبت کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ آپؐ نے اسے اپنے ساتھ محبت سے چمٹا لیا اور دعا کی اے اللہ! اس بچہ کو دین کی سمجھ عطا کرنا، اے اللہ! اس بچہ کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرما۔ (بخاری کتاب الدعوات کتاب العلم و کتاب الوضوء)

یہ دعا کچھ اس طرح پایۂ قبولیت کو پہنچی کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ امت کے عظیم الشان اور زبردست فقیہہ اور عالم ہوئے "حبر الامۃ" کا خطاب ان کو ملا یعنی امت کے تبحر عالم۔

احمس قبیلہ کے لئے دعا

رسول کریمؐ خدمت دین بجالانے والوں کے لئے تو بغیر تحریک کے ذاتی جوش سے دعا فرماتے تھے۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہؓ نے کعبہ یمانی منہدم کرنے کے بعد جب حضور کی خدمت میں مہم کے کامیاب ہونے کی خبر بھجوائی تو رسول کریمؐ نے اس مہم میں بھجوائے گئے احمس قبیلہ کے جملہ گھوڑ سواروں کے لئے برکت کی دعا کی اور ایسی خوشی اور دلی جوش سے دعا کی کہ پانچ مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ اے اللہ! اس قبیلہ کے گھوڑ سواروں اور پیادوں کو برکتیں عطا فرما۔

(بخاری کتاب المغازی غزوۃ ذی الخلصہ)

بچے کے لئے دعا

ایک دفعہ ایک ماں اور باپ جن میں علیحدگی ہو چکی تھی اپنے بچے کی حفاظت کا مسئلہ حضور ؐ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے لائے، بچہ کا رجحان طبعاً والدہ کی طرف تھا اور حضور ؐ کی نورانی بصیرت کا یہ فیصلہ تھا کہ بچے کی کفالت والد کے پاس بہتر طور پر ہو سکے گی، بچے کو جب اختیار دیا گیا تو وہ والدہ کی طرف جانے لگا۔ رسول کریم ؐ نے طبعی جوش سے بچہ کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! اس کی باپ کی طرف رہنمائی کر دے اور وہی بچہ جو تھوڑی دیر پہلے ماں کی طرف دوڑا جا رہا تھا لپک کر باپ سے لپٹ گیا اور یوں حضور ؐ کی دعا مقبول ٹھہری۔

حافظہ میں ترقی

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے یمن سے آکر 7 ھ میں اسلام قبول کیا، انہوں نے ایک دفعہ رسول کریم ؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ ؐ سے جو باتیں سنتا ہوں بھول جاتا ہوں میرے لئے دعا کریں، آپ ؐ نے فرمایا ابو ہریرہ چادر پھیلاؤ۔ ابو ہریرہ ؓ نے چادر پھیلائی آپ ؐ نے دعا کی اور پھر وہ چادر ابو ہریرہ ؓ کو اوڑھا دی۔ ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی کوئی روایت نہیں بھولی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آکر ابتدائی صحابہ ؓ سے بھی ابو ہریرہ ؓ کی روایات زیادہ ہیں۔ (ترمذی مناقب، بخاری بیوع)

معجزانہ شفا

رسول کریم ؐ نے بعض بیماریوں کے لئے معجزانہ شفا کی دعا مانگی اور خدا تعالیٰ نے بعض واقعات میں اس دعا کی قبولیت کے فوری اثرات ظاہر فرمائے، غزوہ خیبر میں جب رسول اکرم ؐ نے اعلان فرمایا کہ کل میں جس شخص کو جھنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا تو کئی صحابہ نے اس امید میں رات بسر کی کہ شاید یہ قرعہ فال ان کے نام پڑے۔

حضرت علی ؓ کو آشوب چشم کی تکلیف تھی اور آنکھیں اتنی شدید دکھتی تھیں کہ صحابہ ؓ کا اس طرف خیال ہی نہیں گیا کہ یہ عظیم فاتح حضرت علی ؓ بھی ہو سکتے ہیں۔ اگلی صبح جب حضور ؐ نے حضرت علی ؓ کو یاد کیا تو صحابہ ؓ نے ان کی بیماری کی وجہ سے معذوری پیش کرنا چاہی مگر نبی کریم ؐ نے حضرت علی ؓ کو بلا کر آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی، خدا نے حضرت علی ؓ کو معجزانہ طور پر اسی وقت شفا عطا فرمائی اور شفا بھی ایسی کہ یوں لگتا تھا جیسے پہلے کبھی آپ ؓ کی آنکھیں خراب ہی نہ ہوئیں تھیں۔ (بخاری کتاب الجہاد)

برکت کی دعا

سائب بن یزید ؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے میری خالہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ حضور ؐ یہ میرا بھانجا سائب بیمار ہو گیا ہے آپ ؐ اس کے لئے دعا کریں حضور ؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے حق میں برکت کی دعا کی۔ حضور ؐ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ ؐ کا بچا ہوا پانی بطور تبرک پی لیا۔

(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبوۃ)

سائب سن 2 ھ میں پیدا ہوئے تھے یہ واقعہ پانچ چھ برس کی عمر کا معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے سائب کو رسول کریم ؐ کی دعا کی برکت سے نہ صرف شفا دی بلکہ لمبی عمر عطا فرمائی اور سن 80 ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(اکمال فی اسماء الرجال للطیب)

صرف نشان رہ گیا

یزید بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے سلمہ ؓ کی پنڈلی پر ایک زخم کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے بتایا کہ خیبر کے دن مجھے یہ زخم آیا تھا۔ اتنا بڑا زخم تھا کہ لوگ کہنے لگے کہ سلمہ ؓ زخمی ہو گیا۔ مجھے اٹھا کر نبی کریم ؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ؐ نے دعا کر کے تین پھونکیں مجھ پہ ماریں تو اس وقت وہ زخم اچھا ہو گیا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی زخم آیا ہی نہیں۔ (صرف نشان باقی رہ گیا۔)

(بخاری مغازی غزوہ خیبر)

روحِ اطاعت

حضرت ابن عمر ؓ سے ایک طویل اور ایک عجیب حدیث روایت میں ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کی معیت میں تھے۔ جب ہم منزل پر پہنچ گئے تو بعض خیمے نصب کرنے میں لگ گئے۔ بعض تیراندازی میں معروف ہو گئے۔ بعض اپنی سواریوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہو گئے۔ کہ اچانک نبی کریم ﷺ کی جانب سے منادی کی آواز سنائی دی کہ سب لوگ یہاں جمع ہو جاؤ۔ جب سب صحابہ ؓ اکٹھے ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جو بھی نبی گزرا اس نے اپنی امت کو ہر آنے والی خیر سے مطلع کیا اور شر سے بھی آگاہ کیا۔ فرمایا میری امت کے پہلے حصہ کو دنیا کے فتنوں سے قدرے سلامتی ہو گی لیکن بعد میں آنے والوں پر ابتلاء آئیں گے اور ایسے امور ان کو پیش آئیں گے جو نامناسب ہوں گے۔ ایسے فتنے ہوں گے جو انہیں پیس دینے والے ہوں گے۔ ایسے ایسے فتنے ظاہر ہوں گے کہ صاحب ایمان کہے گا یہ فتنہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ لیکن وہ آزمائش بھی جاتی رہی گی اور دوسرا فتنہ پیدا ہو گا۔ پھر وہ کہے گا یہ فتنہ اصل فتنہ ہے یہ فتنہ اس سے بڑا ہے۔ سنو جو تم میں سے جہنم سے بچنا چاہتا ہے اور جنت کا طالب ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی موت ایمان پر ہو وہ لوگوں سے وہی سلوک کرے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا جائے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس نے امام کی بیعت کی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اسے چاہئے کہ جہاں تک اس کی استطاعت ہے امام کی اطاعت کرے۔

سیرۃ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱؍دسمبر ۱۹۹۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی پاکیزہ سیرۃ کے بعض واقعات "مبشرین احمد" مصنفہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب سے (مرتبہ: مکرم حافظ محمد نصراللہ صاحب) شاملِ اشاعت ہیں۔

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؓ کی سیرۃ کا ذکر قرآن سے آپؓ کی محبت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ جس باقاعدگی اور محبت سے حضورؓ نے پہلے حضرت مسیح موعود کے وقت میں پھر اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم کا درس دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؓ اپنی عمر کے آخری پانچ چھ مہینوں میں جب بہت ہی ضعیف ہوگئے اور مسجد اقصیٰ جانا آپؓ کیلئے آسان نہ رہا تو بھی آپ بصد مشکل وہاں پہنچ جاتے اور کبھی دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سہارا لیتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے، کبھی دو تین جگہ راستہ میں بیٹھ کر آرام فرماتے اور پھر آگے روانہ ہوتے۔ لیکن جب کمزوری مزید بڑھ گئی تو حضورؓ نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع کردیا۔ جب اور زیادہ ضعف ہوگیا تو میاں عبدالحئی صاحب کی بیٹھک کے اندرونی برآمدہ میں چند دن درس دیتے رہے اور وفات سے ایک روز پہلے تو اتنا ضعف تھا کہ دو تین فٹ تک بھی آپؓ کی آواز بمشکل پہنچتی تھی لیکن عشق قرآن مجید کے باعث آپؓ درس دے رہے تھے۔...... آخری درس سے ایک دن پہلے اتفاقاً حضورؓ کے صاحبزادے میاں عبدالحئی صاحب آپؓ کے دائیں طرف بیٹھے تھے کہ سورۃ الذاریات کے تیسرے رکوع کا درس دیتے ہوئے آپؓ نے میاں عبدالحئی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا: "میاں عبدالحئی! ہم تو جارہے ہیں۔ بیٹا! ہمارے گھر میں مال نہیں ہے۔ لیکن میرے بیٹے! گھبرانے کی کوئی بات نہیں، آسمان پر رزاق خداوند موجود ہے۔ جب کبھی زندگی میں تمہیں مالی تنگی محسوس ہو تو اپنے ربّ سے اس طرح دعا کرنا کہ الٰہی! جس طرح تُو میرے باپ کو رزق دیتا تھا تُو مجھے بھی رزق دے۔ تو میرے بیٹے! میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں رزق کی تنگی محسوس نہیں ہوگی"۔

حضرت خلیفہ اولؓ کا اپنے ربّ پر توکّل اس قدر بلند تھا کہ باوجود اس کے کہ زندگی میں آپؓ نے لاکھوں ہی کمائے اور لاکھوں ہی خرچ کئے لیکن بوقت وفات آپؓ کے گھر میں کوئی مال نہیں تھا۔ آپؓ کی اولاد کی یہ حالت تھی کہ میاں عبدالحئی صاحب صرف تیرہ چودہ برس کے تھے اور دیگر سارے بچے بھی بالکل چھوٹے تھے یہاں تک کہ سب سے چھوٹا بچہ عبداللہ صرف چند ماہ کا تھا۔ اتنی چھوٹی اولاد کو چھوڑ کر نورالدینؓ اپنے ربّ کے پاس جارہے تھے اور ان کو کوئی گھبراہٹ نہ تھی کہ اُن کی اولاد اُن کے بعد زندگی کیسے گزارے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک عجیب سلوک تھا۔ آپؓ اکثر بیان فرماتے تھے کہ مہاراجہ کشمیر کی ملازمت چھوڑتے وقت آپؓ کے ذمہ ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے کا قرض تھا جس کی ادائیگی کے سامان خدا تعالیٰ نے پیدا فرمادئے۔ یہ واقعہ یوں تھا کہ سیاسی حالات کے تحت جب مہاراجہ نے آپؓ کو ملازمت سے فارغ کردیا تو بعد میں اُسے یہ خیال آیا کہ آپؓ کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوئی ہے۔ چنانچہ اُس نے آپؓ کو واپس بلانے کی کوشش کی تو آپؓ نے (جو اُس وقت قادیان پہنچ چکے تھے) فرمایا کہ اگر مجھے ساری دنیا کی حکومت بھی مل جائے تو میں اس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔...... چونکہ مہاراجہ صاحب کو ناانصافی کا شدت سے احساس تھا اس لئے اُس نے اس کے ازالہ کی یہ تجویز سوچی کہ اب کی مرتبہ جنگلات کا ٹھیکہ صرف اسی شخص کو دیا جائے جو منافع کا نصف حضرت مولوی صاحبؓ کو ادا کرے۔ چنانچہ اسی شرط کے ساتھ ٹنڈر طلب کئے گئے۔ جس شخص کو یہ ٹھیکہ ملا، جب سال کے آخر میں اُس نے اپنے منافع کا حساب کیا تو خدا تعالیٰ کی حکمت سے اُسے ٹھیک تین لاکھ نوے ہزار روپے منافع ہوا جس کا نصف ایک لاکھ پچانوے ہزار بنتا ہے اور اسی قدر روپیہ حضورؓ کے ذمہ قرض تھا۔ چنانچہ جب یہ روپیہ آپؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ رقم فلاں سیٹھ کو دیدی جائے، ہم نے اُس کا قرض دینا ہے۔ جب دوسرے سال بھی اُسی شرط پر ٹھیکہ دیا گیا اور ٹھیکیدار نے منافع حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؓ نے وہ رقم لینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ نہ اس کام میں میرا سرمایہ لگا، نہ میں نے محنت کی، مَیں اس کا منافع لوں تو کیوں لوں؟ ٹھیکیدار نے عرض کی کہ آپؓ ضرور اپنا حصہ لیں ورنہ آئندہ مجھے ٹھیکہ نہیں ملے گا۔ آپؓ نے فرمایا، اب خواہ کچھ ہی ہو میں یہ روپیہ نہیں لوں گا۔ اُس نے کہا پھر پچھلے سال کیوں لیا تھا؟۔ فرمایا، وہ تو میرے ربّ نے اپنے وعدے کے مطابق میرا قرض اتارنا تھا۔ جب وہ اتر گیا تو اب میں کیوں لوں۔ اس پر وہ ٹھیکہ دار واپس چلا گیا۔

"تذکرہ" میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام "عبدالباسط" ہے اور ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا تھا کہ یہ الہام آپؓ کے بارہ میں ہے۔

جو دوست قادیان آیا کرتے، وہ اپنی رقوم بطور امانت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پاس جمع کروا دیتے تھے۔ جب بھی کوئی اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرتا تو حضورؓ حاضرین میں سے کسی کو فرماتے کہ میری صدری پکڑاؤ اور پھر صدری کی جیب میں ہاتھ ڈال کر روپے نکال کر اُس دوست کے ہاتھ میں دیدیتے۔ بعض دفعہ جب رقم زیادہ ہوتی تو فرماتے کہ

میرے مکان کا جو دروازہ گلی میں کھلتا ہے اُس کی طرف آجائیں اور حضورؓ گھر کے اندر کی طرف سے اُس طرف تشریف لے جاتے اور اسی وقت کُل رقم ادا کر دیتے جبکہ آپؓ اپنے گھر میں رقم نہیں رکھتے تھے۔

حضورؓ نے یہ بھی فرمایا کہ امانت کی رقم خرچ نہیں کرنی چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے کیونکہ اس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ میری ضروریات خود مہیا فرمائے گا۔

ایک دفعہ ایک دوست اپنی کافی بڑی رقم جو آپؓ کے پاس امانتاً رکھوائی ہوئی تھی، واپس لینے آئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز کے بعد آکر لے جائیں۔ نماز کے بعد آپؓ نے اپنی صدری مولوی محمد جی صاحب کو دی کہ اسے لٹکادو۔ مولوی محمد جی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے صدری کی جیبوں کی اچھی طرح تلاشی لی لیکن وہ بالکل خالی تھیں اس پر مجھے خیال آیا کہ جیبوں میں تو ایک پیسہ نہیں، دیکھتے ہیں حضورؓ اپنے وعدہ کی ادائیگی کس طرح کرتے ہیں۔ اتنے میں وہ شخص آگیا۔ حضورؓ نے فرمایا، میری صدری پکڑاؤ اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر رقم نکال کر اس شخص کو دیدی اور کہا گن لو۔ اُس دوست نے رقم گنی اور کہا کہ رقم پوری ہے۔ مولوی محمد جی صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں یقین ہوگیا کہ رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود حضورؓ کا متکفل ہے اور پھر آئندہ تجسس کرنا بھی چھوڑ دیا۔

چودھری غلام محمد صاحب جو بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سپرنٹنڈنٹ تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضورؓ دو یا تین یتیموں کا خرچ اپنی طرف سے دیا کرتے تھے اور اُن بچوں کے اخراجات کے بارہ میں کبھی نہیں پوچھا کہ اتنا خرچ کیوں کیا گیا ہے بلکہ جتنا بل بھی میں نے بھیجا، آپ نے فوراً ادا فرمادیا۔ لیکن جب آپؓ نے اپنے بیٹے میاں عبدالحیٔ کو بورڈنگ میں داخل کروایا تو مجھ سے فرمانے لگے، میاں غلام محمد! مَیں ایک غریب آدمی ہوں، یہ خیال رکھیں کہ عبدالحیٔ کا خرچ کم ہو، میں زیادہ ادا نہیں کر سکتا۔

تعلیم الاسلام سکول کے بورڈنگ میں بچوں کے خادم حاکم دین صاحب ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے اہل خانہ حضرت اماں جیؓ سے فرمایا کہ میرا ایک دوست حاکم دین ہے اُس کی دعوت کرو۔ اماں جیؓ کو کیا علم کہ حاکم دین کون ہے۔ انہوں نے پڑوس میں رہنے والے چودھری حاکم علی صاحب (جو ضلع سرگودہا کے ایک معزز زمیندار اور پرانے احمدی تھے) کی دعوت سمجھ کر اُنہیں دعوت پر بلالیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضورؓ نے حضرت اماں جیؓ سے کہا کہ مَیں نے چودھری حاکم دین کی دعوت کے لئے کہا تھا۔ اماں جیؓ نے کہا کہ میں نے تو اُن کی دعوت کر دی تھی۔ فرمایا کہ میں نے تو انہیں کسی دن اپنے گھر آتے نہیں دیکھا۔ باتوں باتوں میں جب اصل واقعہ کا علم ہوا تو حضورؓ نے فرمایا کہ میرا دوست تو حاکم دین ہے جو بورڈنگ میں خادم طفلاں ہے۔...... جب بھی چودھری حاکم دین صاحب یہ بات سنایا کرتے تو حضورؓ کی شفقت یاد کر کے رونے لگ جاتے۔

یہی حاکم دین صاحب تھے جن کی بیوی ایک رات دردِ زہ کی شدید تکلیف میں مبتلا تھیں تو آپ رات بارہ بجے کے قریب حضورؓ کے گھر پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضورؓ اُس وقت سو رہے تھے۔ چنانچہ پہریدار نے آپ کو بتایا کہ حضورؓ آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن حضورؓ کو آواز پہنچ گئی تو حضورؓ نے خود آواز دے کر پوچھا کون ہے؟۔ آپ نے اپنا نام بتلایا تو پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ بیوی کو دردِ زہ کی سخت تکلیف ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر حضورؓ نے دعا کر کے کھجور کے چند دانے دیئے اور فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو کھلا دو۔ آپ نے گھر آکر بیوی کو وہ کھجور کے دانے کھلا دئے تو تھوڑی دیر بعد بچی پیدا ہوئی۔ آپ نے سوچا کہ یہ رات کا وقت ہے، اب حضور کو کیا تکلیف دینی ہے، صبح اطلاع کر دوں گا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے وقت آپ نے یہ خبر حضورؓ کو پہنچائی۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا، میاں حاکم دین! تم نے اپنی بیوی کو کھجور کھلادی اور تمہاری بچی پیدا ہوگئی، تم اور تمہاری بیوی آرام سے سوگئے لیکن نورالدین ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔..... یہ واقعہ سنا کر حاکم دین صاحب رو پڑے اور کہنے لگے کہ کہاں چوڑا حاکم دین اور کہاں نورالدین اعظم۔

حضورؓ کی محنت کرنے کی عادت کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ محترم ملک غلام فرید صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مدرسہ میں تفریح کے وقفہ میں حضورؓ کے پاس حافظ غلام محمد صاحب تشریف لائے تو حضورؓ نے اُن سے پوچھا کہ کیا آج مدرسہ میں تعطیل ہے؟ عرض کیا کہ Recess تھی اس لئے آگیا ہوں۔ فرمایا، Recess کیا ہوتی ہے؟۔ حافظ صاحب نے بتایا کہ مدرسہ کا وقت دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا نصف گزرنے کے بعد چند منٹ کے لئے Recess کی جاتی ہے تاکہ اساتذہ اور طلباء آرام کرلیں۔ اس پر حضور نے فرمایا، ہم تو کوئی Recess نہیں کرتے۔

صفحہ ۴۳ سے آگے

4 خدیجہ (اردو) جرمنی
5 Siddeeqa (انگریزی) نائیجیریا
6 النساء Al-Nisa (انگریزی اور اردو) کینیڈا
7 زینب (اردو اور نارویجین) ناروے

شاعری کے میدان میں بھی چند ایک چوٹی کی شاعرات کا کلام وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں بیسیوں شاعرات کا معیاری کلام بھی جماعتی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ احمدی خواتین دین کی خدمت کے ہر میدان میں آگے سے آگے بڑھتی رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورِ سعادت میں احمدی خواتین نے دین کی خدمت کے میدان میں جو نئے سنگ میل نصب کئے ہیں آنے والی خواتین ان میں حسین اور گراں قدر اضافے کرنے والی ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر! آمین

خلافتِ احمدیہ و بیعتِ خلافت

☆......ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

☆......ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

☆......بیانات غیر مبایعین تا قیام خلافتِ ثالثہ

محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب

غیر مبایعین حضرات کا یہ موقف ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد شخصی خلافت یعنی کسی فردِ واحد کی خلافت نہیں ہوگی بلکہ حضور نے انجمن کو اپنا جانشین قرار دے کر فرد واحد کی خلافت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس کے برعکس جماعت مبایعین اس موقف پر قائم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اسی طریق پر شخصی خلافت سلسلہ احمدیہ میں جاری ہے جس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد شخصی خلافت کا اجراء ہوا۔

ان ہر دو موقفوں میں سے کونسا موقف درست ہے اور کون سی جماعت صحیح راستہ پر گامزن ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی طرف رجوع کریں۔ پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے راہنمائی حاصل کریں کیونکہ جماعت غیر مبایعین نے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ اوّل قبول کیا اور آپ کے فرمودہ کو فرمودۂ مسیح موعودؑ قرار دیا۔ پھر تا قیام خلافت ثانیہ غیر مبایعین کے اپنے بیانات سے بھی جب تک کہ اختلاف کی صورت قائم نہ ہوئی تھی اور خلافت ثانیہ کا قیام نہ ہو گیا صحیح موقف کی طرف نشاندہی ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو قسم کے ارشادات پیش کرے گا۔ ایک عمومی جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں خلافت کے دائمی طور پر جاری رہنے کا ذکر ہے اور دوسرے خصوصی ارشادات جن سے خلاصۃً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوگا۔

عمومی ارشادات

☆......(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" کے صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

"بعض صاحب آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ مِنْكُمْ سے صحابہ ہی مراد ہیں اور خلافت راشدہ انہی کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا"۔

☆......(۲) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر آپ نے لکھا:

"ان آیات (آیات استخلاف وغیرہا۔ ناقل) کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنے رکھتا تھا"۔

"اور اگر خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ ابواب سعادت مفتوح رکھے"۔

ان ارشادات سے ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ خلافت صرف صحابہ تک ہی محدود تھی اور آئندہ کے لئے خلافت کو بند سمجھتے ہیں۔ آپ نے ان ارشادات سے واضح کر دیا ہے کہ آیت استخلاف میں دائمی خلافت کا صاف وعدہ ہے۔

☆......(۳) خلافت کی علتِ غائی بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ آیت استخلاف کی عمومیت کو تسلیم کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اسی کتاب "شہادۃ القرآن" میں تحریر فرمایا ہے:

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو شخص خلافت کو تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علتِ غائی کو نظرانداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہ تھا کہ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پروا نہیں"۔

خصوصی ارشادات

ان عمومی ارشادات کے بعد جو خلافت کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی واضح دلیل ہیں اب خصوصی ارشادات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ایک اور ایک دو کی طرح یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور یہ خلافت شخصی خلافت ہوگی اور خلافت راشدہ کے طریق اور طرز پر ہوگی۔

(۱)......حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "حَمَامَةُ الْبُشْرٰی" میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث کو درج فرمایا اور لکھا ہے کہ: "ثُمَّ يُسَافِرُ الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِيْفَةٌ مِنْ خُلَفَآئِهٖ

"اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ"۔ کہ خود مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ ارض دمشق کی طرف سفر کرے گا۔

حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب میں یہ تحریر فرما کر دو نہایت ہی واضح گواہیاں خلافت کے مسئلہ پر پیش فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود کے جانشین اور خلیفے ہونگے اور ان میں سے کوئی خلیفہ دمشق کا سفر بھی کرے گا۔

دوسری گواہی آپ کی اپنی ہے کہ گویا آپؑ نے اس حدیث کو قبول فرمایا کہ اس طرح آپؑ نے اپنے بعد جو کچھ ہونے والا تھا اس کا اظہار اس حدیث کے درج کرنے سے فرمادیا اور اپنی وفات سے پندرہ سال پہلے یہ گواہی دے دی کہ میرے بعد متعدد خلیفے ہونگے اور ان میں سے کوئی ایک خلیفہ دمشق کا سفر بھی کرے گا۔

(۲)...... اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل حضورؑ نے رسالہ "الوصیت" تحریر فرمایا اور اس میں یہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو "ایسے وقت میں وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

(۱) خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔

پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے، خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا **وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا**۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جمادیں گے......"۔

اور پھر فرمایا:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک کے لئے منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"۔ (الوصیت صفحہ ۶،۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر سے کئی نتائج نکلتے ہیں:

☆ پہلا نتیجہ ...... یہ ہے کہ قدرت ثانیہ خلفاء ہی کا نام ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا"۔

قدرت ثانیہ کو سمجھانے کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مثال دے کر حضورؑ نے اس بات کو واضح فرمادیا کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے۔

☆ دوسرا نتیجہ ...... اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آیت استخلاف سے مراد صرف ماموریت والی خلافت ہی مراد نہیں لیتے بلکہ اس کو عمومیت کا رنگ دیتے ہیں اور اس خلافت کو بھی آیت استخلاف کا مصداق ہی سمجھتے ہیں جس کے مستحق حضرت ابو بکر صدیقؓ ہوئے ہیں۔ پس خلفاء کا وہ سلسلہ بھی آیت استخلاف کا مصداق قرار پاتا ہے جس کی ابتداء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وجود سے ہوئی۔

☆ تیسرا نتیجہ ...... اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ انبیاء کے بعد سخت ابتلاؤں کا آنا مقدر ہوتا ہے۔ اور ان ابتلاؤں کا خلفاء کے ذریعہ سے زائل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے۔ ہر ایک نبی کی امت سے یہ معاملہ پیش آیا۔ اور یہ سنت قدیمہ سلسلہ احمدیہ میں بھی ضرور پوری ہوگی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: "سو اب ممکن نہیں کہ خداوند تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے"۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر بھی جماعت کو سخت ابتلاء پیش آوے گا اور خوف کی حالت پیدا ہوگی لیکن سنت قدیمہ کے مطابق آپ کے خلفاء کے ذریعہ اس خوف کو امن سے بدل دیا جائے گا اور ابتلاؤں کو زائل کیا جائے گا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت پر سخت ابتلاء آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کے ہاتھ سے ان کو دُور کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت پوری ہوئی۔

☆ چوتھا نتیجہ ...... اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ قدرت ثانیہ کے سلسلہ یعنی خلافت کے سلسلہ کو دوام بخشا جائے گا اور تا قیامت خلفاء سلسلہ احمدیہ میں آتے رہیں گے۔ جماعت کا نظام دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا اور اسے ایسا استحکام حاصل ہو جائے گا کہ خلافت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ کیونکہ حضور نے فرمایا "کیونکہ وہ

دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا"۔

☆ پانچواں نتیجہ...... اس عبارت سے یہ نکلتاہے کہ دوسری قدرت کا ظہور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ہوگا، یعنی آپ کے جانے کے بعد دوسری قدرت آئے گی۔ جیساکہ آپ نے فرمایا "اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں"۔

انجمن تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قائم ہو چکی تھی، لیکن یہاں پر قدرت ثانیہ کے ظہور کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں آسکتی جب تک کہ میں نہ جاؤں۔ اور اوپر میں بیان کر آیا ہوں کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے۔ اب اصل کی موجودگی میں خلافت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے حضور نے فرمایا کہ جب تک میں نہ جاؤں دوسری قدرت نہیں آسکتی، یعنی میرے جانے کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوگا جیساکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہوا۔ آپؐ کے جانے کے بعد قدرت ثانیہ کا ظہور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وجود میں ہوا۔

یہ سب نتائج جو رسالہ الوصیت کی عبارت سے نکلتے ہیں ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور شخصی خلافت کی صورت میں ہوگا۔

(۳)...... سبز اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایاہے کہ:

"دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبیین وائمۃ واولیاء وخلفاء ہے تا ان کی اقتداء وہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بناکر نجات پاجائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہاکہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شقیں ظہور میں آجائیں"۔

یہ ارشاد بھی بتلاتاہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور بعض خلفاء حضورؑ کی اولاد میں سے بھی ہونگے۔

(۴)...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل لاہور میں ایک تقریر فرمائی تھی جس میں خلافت کے متعلق ایک واضح ارشاد ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"صوفیاء نے لکھاہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتاہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتاہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاجاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتاہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتاہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا اور پھر گویا اس امر کا ازسرنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس میں بھی یہی بھید تھاکہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے۔

پھر فرمایا "ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھاہے اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ"۔ (الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۰۵ء)

اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ حضورؑ کے بعد خلفاء ہونگے۔

(۵)...... پھر آپؑ نے اپنے رسالہ "پیغام صلح" میں تحریر فرمایا:

"جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں دراصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔ کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں ہیں جو ان کے نزدیک واجب الاطاعت ہے"۔

ظاہر ہے کہ واجب الاطاعت لیڈر دینی جماعت کے لئے نبی کے بعد خلیفہ ہی ہوتاہے اس کے بغیر وحدت نظام قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلسلۂ خلافت، جماعت احمدیہ میں جاری رہے تاکہ یہ جماعت بھی "پراگندہ طبع" اور "پراگندہ خیال" نہ بن جائے۔

(۶)...... اسی طرح حضور علیہ السلام نے اپنے رسالہ پیغام صلح میں ہندوؤں سے معاہدہ کرنے اور ان کے نقض عہد کی صورت میں فرمایاکہ "وہ لوگ ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے"۔ (پیغام صلح)

اس سے بھی ثابت ہے کہ احمدی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ہر زمانہ میں ایک پیشرو اور واجب الاطاعت امام کا ہونا ضروری ہے ورنہ معاہدہ کی صورت بے معنی ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور یہ خلافت، خلافت راشدہ کے رنگ میں شخصی خلافت ہوگی اور پارلیمینٹوں یا سوسائیٹیوں کے طریق پر کوئی انجمن خلافت کی مستحق نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

ارشادات
حضرت خلیفۃ المسیح الاول
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ ۲۷/مئی ۱۹۰۸ء کو منصب خلافت پر سرفراز ہوئے۔ حضرت نے خلیفہ بننے کے بعد سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحات تک خلافت کی اہمیت اور خلافت سے وابستگی اور اس کے مقام کے احترام کے متعلق اپنی تقریروں اور خطبات میں متعدد واضح ارشادات فرمائے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر جماعت کے بڑے بڑے عمائدین کی طرف سے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی کہ آپ خلافت کے بار کو سنبھالیں اور بیعت لیں۔ ان عمائدین میں خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور ان کے کئی رفقاء شامل تھے۔ اس درخواست پر حضرت خلیفہ اولؓ نے جو ارشاد فرمایا وہ قابل غور بھی ہے اور قابل عمل بھی۔ آپ نے فرمایا:

(۱)...... "اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایاکہ وطن کا خیال بھی نہ

کرنا ۔ سوا اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے ۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حرّیت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے''۔

اسی تقریر میں آخر پر حضور نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ ''یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی''۔

(اخبار بدر ۲/جون ۱۹۰۸ء)

(۲)...... منصب خلافت پر فائز ہو چکنے کے بعد ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''اب میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ ''الوصیت'' میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا، تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی آدمؑ اور ابو بکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئیوں میں نہیں............ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا ہے۔ اب جو اجماع کے خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے .... پس کان کھول کر سنو، اب اگر اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو اَعْقَبَهُمْ نِفَاقاً فِیْ قُلُوْبِهِمْ کے مصداق بنو گے''۔(بدر ۲۱/اکتوبر ۱۹۰۹ء)

(۳)...... پھر فرمایا:

''میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں، بلکہ خداتعالیٰ کا کام ہے۔ آدمؑ کو خلیفہ بنایا کس نے ؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ اس خلافت آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا............ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو۔ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر مجھ پر کوئی اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے ۔ اور اگر وہ اِبَاء اور اِسْتِکْبَار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی طرف لے آئے گی''۔(بدر ۴/جولائی ۱۹۱۲ء)

(۴)...... پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی اسی تقریر میں فرمایا:

''**خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں،** تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ پس میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا''۔

''تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو، مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے''۔

(بدر ۴/جولائی ۱۹۱۲ء
تقریر احمدیہ بلڈنگ ۱۶، ۱۷/جون ۱۹۱۲ء)

(۵)...... پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح پر آدم اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو خداتعالیٰ نے خلیفہ بنایا''۔

(بدر ۴/جولائی ۱۹۱۲ء)

(۶)...... پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

''مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی............ خداتعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہو گا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے .... جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا''۔

(الحکم ۲۱/جنوری ۱۹۱۴ء)

(۷)...... پھر ایک اور آپ کا ارشاد قابل ذکر ہے۔

''اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے، نہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے ۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا ہے اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے''۔

(بدر ۴/جولائی ۱۹۱۲ء)

(۸)...... بیعتِ خلافت اور خلافت سے وابستگی کی اہمیت حضرت خلیفہ اول کے ایک اور ارشاد سے بھی واضح ہوتی ہے۔ لکھا ہے:

''ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ کی بیعت لازم اور فرض ہے ؟۔ فرمایا کہ جو حکم اصل بیعت کا ہے وہی فرع کا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے اس بات کو مقدم سمجھا اور کیا کہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں''۔

(بدر ۳/مارچ ۱۹۱۱ء صفحہ ۹)

اس ارشاد سے واضح ہے کہ نبی کے بعد ہر خلیفہ کی بیعت ضروری ہے اور سابقہ ارشادات نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ خداتعالیٰ جسے چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا خلیفہ بنائے گا اور ان خلفاء کی فرمانبرداری اور اطاعت ویسی ہی ضروری ہے جیسے کہ خلفاء راشدین کی ضروری تھی۔ آپ اپنے آپ کو خلیفہ برحق خیال کرتے تھے اور ویسے ہی خلیفہ ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء تھے۔ علاوہ ازیں حضرت خلیفہ اولؓ کے مندرجہ ذیل ارشادات بھی اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت نے فرمایا:

(۹)...... ''ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان

رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے۔ یہ بات یاد رکھو، میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے"۔

(بدر ۲۷/جولائی ۱۹۱۱ء)

(۱۰)...... ۱۹۱۱ء میں جب آپ بیمار ہوئے تو آپ نے ایک وصیت لکھی اور اپنے ایک شاگرد کے سپرد کر دی۔ اس میں آپ نے لکھا:

"خلیفہ۔ محمود"

صحت ہونے پر آپ نے اس وصیت کو جو بند تھی پھاڑ دیا۔

(۱۱)...... ۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفہ اولؓ کو بعد نماز عصر یکایک ضعف محسوس ہونے لگا۔ آپ نے قلم دوات لانے کا حکم دیا اور لیٹے لیٹے کاغذ ہاتھ میں لیا اور حسب ذیل وصیت اپنے جانشین کے بارہ میں لکھی:

"میرا جانشین متقی ہو، ہر دلعزیز، عالم باعمل، حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی، درگذر کو کام لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام"۔

(الحکم ۷/مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۵)

یہ وصیت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی مرض الموت میں مولوی محمد علی صاحب سے تین بار حاضرین مجلس کے سامنے پڑھوائی اور اس کی تصدیق کروائی۔

اپنے جانشین کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جو ارشادات فرمائے ہیں ان سے بھی اَلَمْ نَشْرَح ہے کہ آپ شخصی خلافت کے قائل تھے اور اسی کو آپ خلافت راشدہ کے طریق پر درست سمجھتے تھے۔ اور اپنے بعد بھی اسی طریق کو جاری رکھنے کی آپ نے وصیت فرمائی۔

غیر مبایعین کے بیانات تا قیام خلافت ثانیہ

(۱)

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"۲۷/مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقع پر خواجہ کمال الدین صاحب، مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور سے قادیان آئے تو اس موقع پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت پر سوز تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

"خدا کی طرف سے ایک انسان منادی بن کر آیا جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا، ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

اس پر شیخ رحمت اللہ صاحب نے کھڑے ہو کر ٹھیٹھ پنجابی زبان میں جو کچھ فرمایا، اس کا خلاصہ اردو میں یہ تھا۔

"میں نے قادیان آتے ہوئے رستے میں بار بار یہی کہا ہے اور اب بھی دہراتا ہوں کہ اس بڈھے (یعنی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ) کو آگے کرو، اس کے سوا یہ جماعت قائم نہیں رہ سکے گی"۔

شیخ صاحب کے اس بیان پر خاموش رہ کر تمام عمائدین نے مہر تصدیق ثبت کی اور سر تسلیم خم کیا۔ کسی نے انکار کیا نہ اعتراض"۔

(۲)

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی گئی جس پر بہت سے احباب نے دستخط کئے۔ ان میں سے شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے دستخط بھی ثبت تھے۔ اس درخوست میں یہ لکھا تھا:

"اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ "الوصیت"، ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے مطمئن ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اَعْلَمْ اور اَتْقٰی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر ۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے، کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ، اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا"۔ (بدر ۲/جون ۱۹۰۸ء)

(۳)

جب حضور علیہ السلام کی تدفین ہو چکی اور حضرت خلیفہ اولؓ کو تمام جماعت حاضرین نے خلیفہ قبول کر کے آپ کی بیعت کا شرف حاصل کر لیا تو خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ نے انجمن کے سارے ممبروں کی طرف سے تمام جماعت کی اطلاع کے لئے حسب ذیل بیان جاری کیا۔

"حضور علیہ السلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کی وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہ اجازت حضرت اُمّ المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلمہ، کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے احباب موجود تھے:

مولانا حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خان صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ

صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب اور خاکسار خواجہ کمال الدین"۔

اس اطلاعی بیان میں خواجہ صاحب نے آگے چل کر فرمایا:

"..........کل حاضرین نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیحؑ قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامّت خلیفۃ المسیح و المہدیؑ کی خدمت بابرکت میں خود یا بذریعہ تحریر بیعت کریں"۔

(الحکم ۲۸/مئی و بدر ۲/جون ۱۹۰۸ء)

(۴)

۱۹۱۳ء کے آخر میں مولوی محمد علی صاحب، مولوی صدرالدین صاحب، سید محمد حسین شاہ صاحب وغیرہ کے دستخطوں سے حسب ذیل اعلان کھلے لفظوں میں شائع ہوا:

"ساری قوم کے آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الاول) مطاع ہیں اور سب ممبران مجلس معتمدین آپ کی بیعت میں داخل اور آپ کے فرمانبردار ہیں"۔

(اخبار پیغام صلح ۴/دسمبر ۱۹۱۳ء)

(۵)

پھر یہ بھی ان معتمدین کی طرف سے لکھا گیا:

"حضرت مولانا نورالدین صاحب کی بیعت الوصیت کے خلاف ہرگز نہ تھی بلکہ اس کے عین مطابق اور جائز تھی"۔

(پیغام صلح ۱۹/اپریل ۱۹۱۴ء)

(۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے چند روز بعد ۲۱/جون ۱۹۰۸ء کو مولوی محمد علی صاحب نے لاہور میں جماعت کے سامنے ایک تقریر میں کہا:

"جب ان لوگوں کی معتبر اور مسلمہ کتب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آنحضرت ﷺ کا قائم مقام قرار دیا گیا اور صاف اقرار موجود ہے کہ مسیلمہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے قتل کیا جانا گویا خود آنحضرت ﷺ کے روبرو قتل کیا جانا ہے اور حضرت عمرؓ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت ﷺ کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا کہ آپ کے جانشین اور مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا آپ کی اولاد کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے؟"۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴۲ پرچہ ۱۸/جولائی ۱۹۰۸ء)

(۷)

خواجہ کمال الدین صاحب نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں لاہور میں "اندرونی اختلافات سلسلۂ احمدیہ کے اسباب" پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

"جب میں نے بیعت ارشاد کی اور یہ بھی کہا کہ میں آپ کا حکم بھی مانوں گا اور آنے والے خلیفوں کا حکم بھی مانوں گا"۔("اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب" صفحہ ۷۰)

ان تمام بیانات سے جو غیر مبایعین نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے لے کر تا قیام خلافت ثانیہ مختلف اوقات میں دئے، واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جماعت کا استحکام بغیر شخصی خلافت کے ممکن نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ الوصیت کے مندرجات سے بھی یہی سمجھتے تھے کہ حضور کی وفات کے بعد خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت خلیفہ اول کا انتخاب الوصیت کے عین مطابق تھا۔ آپؓ واجب الاطاعت امام تھے اور آپ کا فرمان مسیح موعودؑ کا فرمان تھا بلکہ حضرت خلیفہ اولؓ کے بعد بھی خلفاء کی آمد کے قائل تھے اور سمجھتے تھے کہ بہت سی پیشگوئیاں حضور کے دوسرے خلفاء کے ہاتھوں پر پوری ہونگی۔ ان عمائدین نے ساری جماعت کو بیعت کی بھی تاکید کی اور کہا کہ نئے اور پرانے سب ممبر بیعت کریں۔ ☆......☆......☆

احباب ایسے بن جائیں کہ گویا فرشتے ہیں

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا بیان ہے کہ گرمیوں کے دن تھے۔ نماز عشاء کے بعد میں بیت مبارک کی چھت پر پہنچا۔ آپ کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود نے فرمایا صاحبزادہ صاحب آ گئے۔ حضور ٹہلتے رہے اور کچھ دعائیں بھی پڑھتے رہے پھر قرآن مجید یعنی حمائل شریف ہاتھ میں لی اور مغربی منارہ پر لالٹین رکھ کر تلاوت فرماتے رہے میں اس انتظار میں بیٹھا کہ 'جب کوئی کام حضرت اقدس فرمائیں گے میں کروں گا خواہ تمام رات جاگنا پڑے۔ اسی اثناء میں حضور بیت مبارک کے فرش پر جہاں بوریا' چٹائی اور جانماز کچھ بھی نہیں تھا سیدھے لیٹ گئے اور ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا کہ "لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر چارپائی نیند نہیں آتی اور کھانا ہضم نہیں ہوتا ہمیں تو خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے اور ہاضمہ میں کوئی فتور نہیں ہوتا"

میں آپ کے پیر دبانے لگا۔ حضور نے فرمایا تم تو پیر ہو پیروں کی تو عادت ہوتی ہے کہ بغیر چارپائی اور عمدہ بستر کے نیند نہیں آتی میں نیچے سے تمہارے واسطے چارپائی اور بستر گدا اچھا سا لاتا ہوں۔ میں یہ سن کر خوفزدہ ہو گیا اور کانپنے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ یہ تکلیف گوارا کریں میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے زمین پر سونے کی عادت ہے نیز میرے والد صاحب شاہ حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم جو حضور کے دعویٰ سے پہلے گذر گئے انہوں نے بھی مجھے یہ عادت ڈال دی ہے۔ حضرت اقدس اس بات کو سن کر خوش ہو گئے اور فرمایا تمہارے والد صاحب کا ایسا کرنا اب کام آگیا۔ اور ایسا ہی چاہئے اور احباب کو یہی کرنا چاہئے کہ آرام طلبی نہ ہو۔

ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے دوست و احباب ایسے بن جائیں کہ گویا فرشتے ہیں اور ابھی آسمان سے اترے ہیں یہ دنیا میں ہوں مگر نہ ہوں"

(الحکم 21۔ مئی 1938ء صفحہ 16)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی ایک رؤیا کی عملی تعبیر

خلافت رابعہ میں احمدی خواتین کی حیرت انگیز ترقیات

محترمہ بشریٰ بشیر صاحبہ کے قلم سے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اپنی ایک رؤیا یوں بیان فرماتے ہیں۔

جب ابھی میں غالباً جامعہ کا طالب علم تھا تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھی اور اس خواب کا میں نے اپنے پہلے جلسہ کے اس خطاب میں بھی ذکر کیا تھا جو خواتین سے ہوا تھا۔ وہ خواب یہ دیکھی کہ۔ ایک مجلس ہے جس میں مختلف علماء (غیر احمدی علماء بھی ہیں اور کچھ احمدی علماء بھی ہیں) کے درمیان احمدیت کی سچائی یا بطلان کی گفتگو ہو رہی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ جو احمدی علماء ہیں وہ جس طرح جواب دینے کا حق ہے ویسا جواب دے نہیں رہے اور جیسا فتح کا نمایاں اثر ظاہر ہونا چاہئے ویسا فتح کا اثر ظاہر نہیں ہو رہا تو میں اٹھ کر جواب کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہوں اور فقرہ عجیب کہتا ہوں کہ میرے وہم و گمان میں بھی وہ بات نہیں آسکتی تھی۔ اس زمانے میں یہ فقرہ بالکل ہی غیر معمولی اور اجنبی فقرہ تھا لیکن میں بات ہی اس طرح شروع کرتا ہوں کہ بعض دفعہ بعض تیر بعض خاص وقتوں کے لئے بچا کر رکھے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے استعمال کا وقت توقع سے پہلے آجاتا ہے۔ اور میں لجنہ اماء اللہ کے ان تیروں میں سے ایک تیر ہوں جو خاص وقت کے لئے بچا کے رکھے گئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے وہ وقت آگیا ہے اب میں اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں اور اس کے بعد میں نے کچھ تفصیل سے ذکر بھی کیا تھا۔ بہرحال میں جو گفتگو کرتا ہوں اس سے ایک دم کایا پلٹ جاتی ہے اور سارے مخالفین سر پھینک کر ہاں میں ہاں ملانے لگ جاتے ہیں تو اس رؤیا سے میں سمجھتا ہوں کہ میری خلافت کا لجنہ اماء اللہ سے ایک گہرا تعلق ہے۔

لجنہ اماء اللہ کے تیر کہنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لونڈیوں کا ایک تیر ہے جو دنیا کے لئے پھینکا جا رہا ہے۔ اس کا جو بھی مطلب ہو میں نے اس کی یہ تعبیر کی ہے کہ میرے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ لجنہ جماعتی خدمات میں بہت ہی مستعد ہو گی اور بہت قوت کے ساتھ میری مدد کرے گی۔ یہ تعبیر اس لئے کی ہے کہ تیر تو چلتا ہے لیکن تیر کو چلانے والے ہاتھ پیچھے ہوتے ہیں۔ اور ان ہاتھوں کی طاقت تیروں میں منتقل ہوتی ہے۔ پس مجھے لجنہ اماء اللہ کے تیروں میں سے ایک تیر کہنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انشاء اللہ میری ہر تحریک پر لجنہ اماء اللہ بڑی قوت کے ساتھ عمل کرے گی اور اس کی طاقت کے زور سے دنیا تک (احمدیت) کا پیغام پہنچے گا۔ (خطاب حضور انور 6 جولائی 91ء جلسہ سالانہ لجنہ کینیڈا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت رابعہ کے سولہ سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں اس رؤیا کی وہی تعبیر ظاہر ہوئی ہے جو حضور ایدہ اللہ نے فرمائی تھی۔ یعنی اس دور میں لجنہ کو غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی ہے۔ اور ہر میدان میں نئی نئی قربانیوں اور عظمتوں کے سنگ میل نصب کئے ہیں۔

اس مضمون میں اسی فلک بوس عمارت کی چند جھلکیاں دکھائی گئی ہیں اور اسے اکثر حضور ہی کے ارشادات اور بیان کردہ واقعات سے سجایا گیا ہے۔

احمدی خواتین کا ممتاز اور منفرد مقام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے 12 ستمبر 1992ء کو جرمنی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا۔

"احمدی خواتین کے متعلق مغربی خواتین پتہ نہیں کیا سمجھتی ہیں کہ کن بوروں میں بند ہیں۔ کس قسم کی زندگی گزار رہی ہیں۔ دنیا کی لذتوں سے نا آشنا، قوم کی کسی مثبت خدمت سے بے نیاز اور بس گھر کی روٹی پکائی اور بچے پیدا کئے اور اسی طرح بے چاریوں نے زندگی بسر کر کے اپنی عمر گنوا دی۔ یہ بالکل جھوٹا اور غلط تصور ہے۔ ایک کھلا چیلنج ہے تمام دنیا کی خواتین کے لئے کہ احمدی خواتین سی کوئی اور خواتین لا کر تو دکھاؤ۔ کتنی عظمت کی زندگی ہے کتنے اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف ہیں اور ان کی لذتوں کے معیار بدل چکے ہیں۔"

حضور اقدس کی تعریف و توصیف یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ احمدی خواتین کی دینی خدمات کو ہر قدم پر آپ نے سراہا اور خراج تحسین پیش کیا۔ حقیر خدمات کے اس اعتراف نے احمدی خواتین کو عزم نو۔ ولولۂ تازہ اور بے پایاں حوصلہ سے ہم کنار کر دیا اور وہ زیادہ جوش و خروش سے میدان عمل میں تیز قدموں سے رواں دواں ہیں اور اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کی قربانیاں مسلسل پیش کرتی چلی جاتی ہیں۔

حضور انور نے 26 جولائی 1997ء کو جلسہ برطانیہ کے موقع پر مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"آج میں احمدی خواتین کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھتا ہوں اور بائیں بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی! آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑتے ہوئے معاشرے کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔"

علاوہ ازیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

جرمنی میں 100 سے زیادہ بچیاں دن رات ریسرچ کے کاموں میں مصروف ہیں۔ لندن اور دیگر ممالک میں احمدیہ ٹیلی ویژن کے لئے سینکڑوں بچیاں کام کر رہی ہیں۔ ناروے کی احمدی بچیوں نے قرآن مجید کا ایسا اچھا ترجمہ کیا ہے کہ ماہرین ایک بھی غلطی نہیں نکال سکے۔

سویڈن میں لمبے عرصہ تک صرف ڈاکٹر قانتہ کا نام (قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے) سنا جاتا تھا اب کئی قانتائیں بیدار ہو چکی ہیں۔ ڈنمارک میں بھی ایک لہر اٹھی تو ہے۔ پاکستان کی خواتین ہر میدان میں آگے ہیں۔" انگلستان کا ذکر حضور نے تفصیلاً فرمایا کہ کس طرح احمدی خواتین بہت بھاری ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں فرمایا ہر سال مجھے موصول ہونے والے دو لاکھ خطوط کے جواب دینے کا سارا کام عورتوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ ریسرچ ٹیمیں ہیں۔ ترجمہ کی باقاعدہ ٹیم ہے جس میں چھ بچیاں شب و روز مسلسل کام کر رہی ہیں۔ ہومیوپیتھک کی ٹیم ہے جس نے تمام دنیا کو فائدہ پہنچایا ہے۔ میری نئی کتاب میں مدد دینے کے لئے ٹیم ہے۔ پروف ریڈنگ اور اردو کلاس میں بھی خواتین باقاعدہ وقت دیتی ہیں۔ احمدیہ ٹیلی ویژن اور دیگر خدمات کے لئے ہزارہا بچیاں اپنے گھر کے کام چھوڑ کر اور گھر والوں کی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دے رہی ہیں۔

(الفضل 30 جولائی 1997ء)

صبر و رضا کے نمونے

ماضی میں لاتعداد احمدی خواتین کے توکل علی اللہ اور صبر و رضا کی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ تازہ مثالیں بھی بہت ہیں جو احمدی خواتین کی ان اعلیٰ صفات کی غمازی کرتی ہیں۔ مثلاً سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنی حرم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا:۔

"ان کی بیماری اتنی شدید تھی اور سخت بے چینی تھی۔ بار بار مجھ سے پوچھتی تھیں کہ بتائیں کیا بیماری ہے۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گی کہ نہیں...... لیکن اس کے بعد (یعنی میرے سمجھانے کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے دعا کا طریقہ سکھانے کے بعد) ایسا اطمینان ہوا کہ بے چینی کا کوئی اظہار نہیں۔ نہ مجھ سے پوچھا نہ بات کی۔ مجھے ضرورت ہی نہیں پڑی تو اللہ کے فضل سے وہ بات کو سمجھ کر آخری دم تک پوری وفا کے ساتھ اس عہد پر قائم رہیں اور غیر اللہ کی طرف نہیں دیکھا...

(مصباح جنوری 1993ء ص 19)

حضور ایدہ اللہ الودود نے 3۔ اپریل 1992ء کے خطبہ جمعہ میں اپنی حرم محترمہ کی بیماری کی تفصیلات بتانے کے بعد فرمایا:۔

"ہمارے چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ جو انڈونیشیا میں مستقل طور پر مربی فائز ہوئے ہیں ان کی بیوی فاطمہ بیگم صاحبہ ایک بہت ہی فدائی اور غیر معمولی صابرہ واقف زندگی عورت تھیں۔ خاوند نے وقف کیا۔ شادی کے ۴۱ سال کے عرصہ میں صرف ۱۱ سال اکٹھے رہنا نصیب ہوا اور 30 سال جدا رہے اور نہایت غربت کی حالت میں زندگی بسر کی......... فاطمہ بیگم صاحبہ کے خاوند نے وقف کیا اور کامل وفا کے ساتھ بیوی نے اپنی ساری زندگی کی جوانی دین کے حضور پیش کر دی اور سارے دکھ خود اٹھائے اور خاوند کو بے فکر کر کے دین میں چھوڑ دیا....... آپ لوگ متعجب نہ ہوں کہ میں نے آج کیوں خصوصیت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ احمدیت کی تاریخ میں کچھ باب ہیں جو سیاہی سے لکھے جا رہے ہیں۔ کچھ ان کے پس منظر میں روشنائی سے لکھے جانے والے ایسے ابواب بھی ہیں جن کو ظاہری آنکھ نہیں دیکھ رہی۔ کتنی قربانی کرنے والی عورتیں ہیں جنہوں نے اپنی جوانیاں ڈھال دیں اور زندگی کے آرام تج دیئے۔

(مصباح جنوری 1993ء ص 24)

احمدی خواتین کے بے مثال صبر و رضا کی داستانیں بے شمار ہیں۔ سننے اور دیکھنے والے حیرت زدہ ہیں کہ دین کی راہ میں جان و مال کی قربانیوں کے بعد ان کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ نہ کہیں جزع فزع کی آواز سنائی دی اور نہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کا مظاہرہ کسی نے دیکھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے 30 جولائی 1994ء کو جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر مستورات سے جو خطاب فرمایا اس کا عنوان رکھا۔ "احمدی خواتین کی قربانیوں کی دلگداز داستان" حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان صابر و شاکر خواتین کو ان الفاظ میں خراج تحسین عطا فرمایا ہے:۔

"وہ زمین پر چلنے والی ایسی تھیں کہ آسمان پر کہکشاں کی طرح ان کے قدموں کے نشانات ہمیشہ تاریخ میں روشن رہیں گے۔ یہ داستانیں نہایت ہی دردناک ہیں اس لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حوصلہ دے کہ اپنے ضبط کو قائم رکھتے ہوئے آپ کے سامنے کچھ واقعات بیان کر سکوں۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 9 جون 1986ء کو عید کے روز پہلی احمدی عورت کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ نہ مٹنے والی سعادت ہے جو اس دور کی قربانیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے ایک نیا سنگ میل رکھ رہی ہے۔

احمدی خواتین قربانیوں میں ہرگز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں وہ بیوگان جو پیچھے رہ گئیں ان کے متعلق گمان کرنا کہ وہ قربانی کے ثواب سے محروم رہ گئیں یہ غلط خیال ہے۔ مردوں کو خدا کی راہ میں جانی قربانی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی عظمت کے اندر ان بیواؤں کی عظمت بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی طرح سب مائیں جن کے بیٹے اور بہنیں جن کے ویر خدا کی راہ میں مارے گئے یہ سب قربانیوں میں شامل ہیں اور عورتیں ہرگز قربانیوں میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1986ء)

مالی قربانی

احمدی خواتین نے مالی قربانی میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیا ہے بلکہ بعض مواقع پر ان سے بڑھ کر نمونے پیش کئے ہیں اور یہ ایک قافلہ ہے جس کا آغاز حضرت مسیح موعود کے زمانے سے ہوتا ہے۔

حضور انور فرماتے ہیں۔

"جہاں تک قربانی کے عمومی معیار کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ عالمی حیثیت سے احمدی خواتین قربانی میں آگے بڑھی ہیں پیچھے نہیں ہٹیں۔ میں نے اپنے دور میں جو تحریکات کی ہیں بعض دفعہ ان کے خط پڑھتے ہوئے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ میں دعا کیا کرتا تھا کہ کاش میری اولاد میں سے بھی ایسی بیٹیاں ہوں جو اس شان کے ساتھ اس پیار اور محبت کے ساتھ اللہ کے حضور اپنا سب کچھ پیش کرنے والیاں ہوں........ بعض احمدی خواتین کے حالات جانتے ہوئے میں منتیں کیا کرتا تھا کہ آپ یہ نہ کریں آپ کی طرف سے میں دے دوں گا۔ لیکن وہ باز نہیں آیا کرتی تھیں۔ مجبور کر دیا کرتی تھیں کہ ہمارا حال خدا پر رہنے دو۔ ہم کسی اور سے پیچھے نہیں رہ سکتیں۔ بڑے ہی دردناک نظارے ہیں جو آج میری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو میرے لئے ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کون دنیا میں کہہ سکتا ہے کہ یہ پسماندہ خواتین ہیں۔ بیکار ہیں۔ گھروں میں بند ھیں۔ جو احمدی خواتین اس وقت دنیا کے سامنے مثبت کاموں کے نمونے پیش کر رہی ہیں کوئی دنیا کی دوسری قوم ان کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔"...... اس کے بعد حضور اقدس نے ان خواتین کے بے مثال نمونے پیش فرمائے جنہوں نے اپنے تمام زیور اور اپنی بیٹیوں کے جہیز کے لئے بنوائے ہوئے تمام زیوروں کے سیٹ اپنے پیارے امام کے قدموں پر نچھاور کر دیئے۔ ان قابل رشک مثالوں کے آخر پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت دلنشیں مثال یوں بیان فرمائی:۔

ایک جرمن خاتون نے لکھا کہ میں نے جب احمدی خواتین کے جذبہ قربانی کو دیکھا تو میرے دل میں ایک لگن لگ گئی ہے کہ میں بھی کچھ پیش کروں۔ لیکن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کوئی نقدی، کوئی چیز پیش کرنے کے لئے نہیں ہے اس لئے میں اپنا ایک پیارا بیٹا خدمت دین کے لئے پیش کرتی ہوں۔ جس طرح چاہیں اس سے کام لیں۔ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ میری طرف سے اب آپ کا ہو چکا"

(مصباح جولائی 1993ء ص 12، 14)

خلافت رابعہ میں کئی بڑی بڑی تحریکات کی گئی ہیں جن پر مردوں کے شانہ بشانہ عورتوں نے بھی والہانہ لبیک کہا ہے۔ مثلاً یورپین مشنز کے علاوہ جرمنی میں سو بیوت الذکر اور دیگر کئی بیوت الحمد۔ سیدنا بلال فنڈ، بوسنیا کے مظلوموں کی مدد کا فنڈ۔ امریکہ کی بیت الذکر اور مشن ہاؤسز کا گراں قدر خرچ۔ کینیڈا کی عالی شان بیت الذکر اور سب سے آخر پر M.T.A کے ذریعے خدمت دین اور اشاعت دین کا عالمگیر نظام ایسے شاندار ابواب ہیں جو تاریخ احمدیت میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے اور بلاشبہ ان حسین تذکروں میں احمدی خواتین کا ذکر لازماً آئے گا۔

ایم ٹی اے کا نظام چلانے اسے جاری رکھنے اور اس میں حسن کے رنگ بھرنے کے لئے لجنہ کی خدمات انمٹ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور حضور انور نے بارہا اس کا ذکر فرمایا ہے۔

تحریک وقف نو

3۔ اپریل 1987ء کو بیت الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی دوسری صدی کے استقبال کے لئے اور اس صدی میں ابھرنے والی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے اور دوسری صدی کے نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے "وقف نو" کی بابرکت تحریک کا اعلان فرمایا۔ اور اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا:۔

"اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ ان دو سالوں میں اپنے ہاں پیدا ہونے والے بچے وقف کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے قربانی کے لئے تیار ہو جائے گی۔"

اسی طرح حضور اقدس نے متعدد مرتبہ تحریک "وقف نو" کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ احمدی خواتین نے دلی خوشی سے اس مشکل چیلنج کو قبول کیا اور اپنے جگر گوشوں کو پیدائش سے قبل ہی راہ مولیٰ میں پیش کرنے کا وعدہ اپنے پیارے امام سے کر کے ایک منفرد مثال قائم کی۔ وکالت وقف نو کی رپورٹ کے مطابق 4 جون 1998ء تک پاکستان میں واقفین نو کی تعداد 12002 ہو گئی تھی اور بیرون پاکستان باقی ممالک میں 4217 تھی۔

ایک مرد خدا نے ابتداء میں صرف پانچ ہزار بچے مانگے تھے لیکن وہاب خدا نے اسے سولہ ہزار سے اوپر عطا فرما دیئے۔

قربانی کی یہ روح بھی اپنے پیارے امام کی تحریک پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل ہی سے دیکھنے میں آئی اور احمدی خواتین اس میدان میں بھی سرخرو ہو رہی ہیں۔

اوقات کی قربانیاں

آج کی احمدی خواتین اقوام عالم کی دیگر خواتین کے مقابلے میں اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ وہ اپنے اوقات کو اور اپنی صلاحیتوں کو محض اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتی ہیں خدمت دین کے سلسلہ میں کبھی تو وہ تعلیم و تربیت کے میدان میں مصروف عمل ہیں اور کبھی خدمت خلق میں ہمہ تن مصروف ! اسی طرح خدمت قرآن اور دعوت الی اللہ کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے اپنا ایک معقول وقت دلی خوشی کے ساتھ خرچ کرتی ہیں۔

خدمات دینیہ کا سلسلہ جو ابتداً قادیان سے شروع ہوا تھا وہ مسلسل جاری رہا بلکہ جماعت کی ترقی اور سلسلہ کے تقاضوں کے ماتحت پھیلتا چلا گیا۔ ان گنت مثالیں ایسی پیش کی جا سکتی ہیں جو مظہر ہیں اس بات کی کہ احمدی خواتین خدمت دین کے لئے کس طرح تن من دھن قربان کرتی چلی آئی ہیں۔ تفصیلی ذکر تو اس مضمون میں ناممکن ہے صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتی ہوں۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی کی تمام زندگی ایک مسلسل جہاد ہے۔ اپنے بچپن سے لے کر اب تک آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ حصول علم دین اور خدمت دین میں صرف ہوا ہے۔ آپ کی زندگی ایک کھلی اور روشن کتاب ہے لہٰذا واقعات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہر مرد و زن آج اس بات کا معترف ہے کہ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ہمیشہ دین کے لئے وقف رکھا ہے۔

اسی طرح مکرمہ و محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

بنت حضرت میر محمد اسحاق صاحب واہلیہ مکرمہ میجر سعید احمد صاحب نے 61 سال کا طویل عرصہ پورے خلوص اور محنت کے ساتھ خدمات دینیہ کے لئے وقف کئے رکھا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑے خوبصورت انداز میں آپ کی وفات کے بعد آپ کو خراج تحسین سے نوازا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"بڑی خاموش خدمت کرنے والی تھیں آخری سانس تک آپ نے خدمت کی مجھے دعا کے لئے خط لکھا کرتی تھیں کہ "خدا کے لئے میرے لئے دعا کریں کہ میری جان اس کام میں نکلے اور اسی کام میں ان کی جان نکلی"

(مصباح ستمبر 1997ء ص 3)

تحریک دعوت الی اللہ میں خدمات

12- ستمبر 1992ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا:۔

"دعوت الی اللہ کی جب میں نے تحریک کی تو اس میں بھی احمدی خواتین نے بھرپور حصہ لیا ہے......بعض احمدی خواتین نے جس شان کے ساتھ لبیک کہی اور جس طرح دل لگا کر اور جان ڈال کر دعوت الی اللہ کی کوشش کی ہے اس کے بہت اچھے اچھے پھل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔"

آپ کی تحسین پر دعوت الی اللہ کے کام میں احمدی خواتین نے مزید جوش اور ولولہ سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایک عورت نے بیسیوں کی تعداد میں پھل حاصل کئے ہیں۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے 30 جولائی 1994ء کو جلسہ سالانہ یو کے کے موقع پر مستورات سے خطاب کے دوران فرمایا:۔

"آج جو دعوت الی اللہ کا دور ہے اس میں حیرت انگیز طور پر احمدی خواتین قربانیاں پیش کر رہی ہیں"...... پھر حضور نے فرمایا۔ "اس سے پہلے کبھی احمدی خواتین نے اتنی بیعتیں نہیں کروائیں جتنی اب وہ کروا رہی ہیں۔ اللہ آپ کو عظیم سعادتوں کی توفیق بخشے۔ خدا کرے کہ آپ کی روشنی سے آئندہ سو سال ہی نہیں آئندہ ہزارہا سال کی احمدی تاریخ روشن ہو جائے۔"

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 19- اگست 1994ء)

حضور انور کی ان دعاؤں اور انشیربادیوں کے نتیجہ میں احمدی خواتین نے انفرادی اور تمام ممالک کی لجنات نے مجموعی طور پر ایک دوڑ لگا دی اور آگے بڑھنے کی کوشش میں ہر طرح کی تجاویز اور ہر ممکن طریقے سوچ کر بڑی مستعدی اور ذوق و شوق سے ان پر عمل پیرا ہو گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے برطانیہ کے جلسہ سالانہ 1998ء میں خواتین سے خطاب کے موقع پر فرمایا:۔

آج کے خطاب میں میں بتاؤں گا کہ احمدی مستورات ان مستورات سے بالکل مختلف ہیں جن کا تصور مغرب نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ عملی زندگی کے بہت سے میدانوں میں مردوں سے سبقت اختیار کر چکی ہے۔ خصوصاً تعلیم و تربیت کے میدان میں، خدمت خلق کے میدان میں مہمان نوازی کے تقاضے ادا کرنے کے میدان میں وہ بہت نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ غانا نے عورتوں اور لڑکیوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے باقاعدہ سکول کھول رکھے ہیں۔ جہاں سارے ملک سے خواتین آتی ہیں اور تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دوسری خواتین کو تعلیم دیتی ہیں۔ قرآن کریم کی ترویج و اشاعت اور قرآن کی تعلیم کے ذریعے سے غانا، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، جرمنی، انڈونیشیا اور دیگر افریقی ممالک میں بالواسطہ دعوت الی اللہ کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ ایک "البانوی خاتون" نے قرآن کریم کے سو نسخے تقسیم کئے تو ازخود لوگوں کی توجہ احمدیت کی طرف مبذول ہوئی۔ لجنہ جرمنی احمدیت کے لٹریچر کے سٹال لگا کر گھروں میں لٹریچر پہنچانے کا کام کر رہی ہیں۔ لجنہ جرمنی مجالس سوال و جواب کے ذریعے دعوت الی اللہ کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں جرمنی کی لجنہ باقاعدہ معلمات تیار کر رہی ہیں۔ لجنہ انڈونیشیا نے ایک "منفرد" اور انوکھا کام کیا ہے وہ یہ کہ انہوں نے کسی گاؤں میں دعوت الی اللہ کے لئے جانا تھا۔ راستہ خراب تھا۔ تو لجنہ نے وہاں "وقار عمل" کر کے تین کلومیٹر لمبی سڑک بنا ڈالی اس پر گاؤں والے بہت متاثر ہوئے اور دعوت الی اللہ ہوئی تو پانچ سو افراد احمدی ہو گئے۔

(الفضل 25- اگست 1998ء ص 3، 4)

علمی و ادبی خدمات

"سلطان القلم" کی ادنیٰ سپاہی خواتین قلمی جہاد کے میدان عمل میں بھی نمایاں مقام حاصل کر چکی ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کراچی نے صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر 100 کتابیں لکھنے کی ذمہ داری اٹھائی، جس کا بیشتر حصہ منظر عام پر آ چکا ہے۔

اسی طرح لجنہ لاہور کی اشاعتی خدمات بھی قابل ذکر ہیں انہوں نے بھی صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر 100 کتابیں لکھنے کا وعدہ کیا جس میں سے 60% وعدہ ایفاء ہو گیا ہے۔ باقی کام بھی جاری ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ لاہور کے کام پر بھی اظہار خوشنودی فرمایا۔

احمدی خواتین کی علمی و ادبی صلاحیتیں تو باقاعدہ طور پر 1926ء سے بذریعہ رسالہ "مصباح" منظر عام پر آنا شروع ہو گئی تھیں۔ بفضلہ تعالیٰ اس میں بھی مسلسل اضافہ اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔ یہ رسالہ احمدی خواتین کا ہر لحاظ سے ترجمان ثابت ہوا ہے لمبے عرصے سے جاری ہے صرف تقسیم ہندوپاک کے موقع پر قریباً دو سال کا تعطل بامر مجبوری آیا۔ 1950ء میں یہ دوبارہ پوری شان سے جلوہ گر ہوا۔

پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کی لجنات نے اپنے رسالہ جات جاری کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً

1 رسالہ النصرت برطانیہ
2 المائدہ (اردو) امریکہ
3 Ayesha (انگریزی) امریکہ

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

اطاعت میں گمشدہ قوم

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے حیرت انگیز واقعات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اطاعت کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کئے جو مذہبی تاریخ میں بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یوں چلتے جیسے سایہ اپنے اصل کے پیچھے گردش کرتا ہے۔ ایک ہاتھ کے اشارے پر اٹھنا اور ایک ہاتھ کے اشارے پر بیٹھنا انکی سیرت بن گئی۔ آپ کے ہر قول اور ہر فعل کی من وعن پیروی میں وہ لذت پانے لگے۔ انکا سکون دل اور اطمینان قلب اطاعت سے وابستہ ہوگیا۔ انہوں نے اطاعت کے باب میں وہ داستانیں رقم کیں جو رہتی دنیا تک نور اور ہدایت کا موجب بنی رہیں گی۔ اور ہر زمانہ ان راہوں پر چلتے ہوئے ترقیات اور کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکے گا اور اپنی تاریکیوں کو روشنیوں میں بدل سکے گا۔

آیئے صحابہ کرام کی بستی میں چلیں اور دیکھیں کہ کس طرح وہ اپنے محبوب آقا کی ہر آواز پر

لبیک یا رسولؐ اللہ

کا نعرہ بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اپنے پیارے امام کے ہر اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔

شراب گلیوں میں بہنے لگی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اہل عرب شراب نوشی کی عادت میں اس حد تک مبتلا تھے کہ گویا شراب انکی رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ بہہ رہی تھی۔ بیسیوں قسم کی شراب تھی جو ان میں گردش کرتی تھی۔ وہ صبح، دوپہر، شام اور رات ہر وقت کے لئے علیحدہ علیحدہ شراب استعمال کرتے۔ کوئی گھر نہ تھا (الا ماشاء اللہ) جہاں شراب نہ چلتی ہو۔ اس پس منظر میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہؓ کے گھر میں موجود لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ جو کھجوروں سے تیار کی گئی تھی۔ جس کا نام فضیخ تھا اسی دوران جب شراب کا دور چل رہا تھا اور خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منادی کو یہ حکم دیا کہ اعلان کردو۔

"کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔" جب اس منادی کی آواز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے کانوں سے ٹکرائی تو انہوں نے اسی وقت حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ

کہ اٹھو ان مٹکوں کو توڑ دو جن میں شراب بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ سارے مٹکے اسی لمحے توڑ دئے گئے۔ (بخاری کتاب اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد)

یہ ماجرا صرف ابو طلحہؓ کے گھر نہ ہوا بلکہ حضرت انسؓ اپنا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

گویا مٹکے ٹوٹنے لگے اور صراحیاں اوندھی ہو گئیں۔ ہر گھر سے شراب نکل نکل کر گلیوں میں آنے لگی۔ اور ہر طرف مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ (بخاری ابواب المظالم باب صب الخمر فی الطریق)

پس کیسا روح پرور نظارہ اس دن مدینہ کی گلیوں نے دیکھا کہ ادھر پیغمبر خدا کے منادی نے صدا لگائی۔ جونہی آواز کانوں سے ٹکرائی بغیر کسی شش و پنج کے، بغیر کسی حیل و حجت کے، بغیر کسی تحقیق و توضیح کے ہر طرف وہ شراب جو انکی گھٹی میں رچی بسی تھی، جو انکے لبوں کو مس کر رہی تھی، یوں ان سے الگ ہوگئی جس طرح پرندہ گھونسلے سے اڑ جاتا ہے۔ اور پھر واپس پلٹنے کا نام نہیں لیتا۔ پس اس دن شراب ایک قابل نفرت اور مذمت شدہ چیز کی طرح صحابہ کے گھروں سے نکل کر مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔

انگوٹھی پھینک دی

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی شاندار تربیت پائی تھی کہ آپؐ کے ہر حکم کی پیروی میں وہ دلی سکون اور راحت پاتے تھے خواہ بظاہر انکی طبیعت کے برخلاف حکم کیوں نہ ہوتا۔ اگرچہ کیسی ہی کوئی پسندیدہ چیز کیوں نہ ہوتی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے منع فرماتے تو نہ صرف وہ اس سے رکتے بلکہ وہ چیز انکے لئے قابل نفرت بن جاتی۔ کیونکہ سب سے بڑی خواہش، سب سے بڑی تمنا، سب سے بڑی آرزو خدا اور اس کے رسول کی رضا حاصل کرنا تھی باقی سب خواہشات اسی کے تابع رہتیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھی آپ نے یہ فرماتے ہوئے اسے اتار کر پھینک دیا کہ

"تم کیوں آگ کے انگارے کو پکڑتے ہو اور پھر اسے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہو"۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو کسی نے اس صحابیؓ سے کہا اپنی انگوٹھی اٹھالو۔ اور اس سے نفع حاصل کرو یعنی اسے فروخت کر کے، فائدہ اٹھاؤ۔ چونکہ سونے کی خرید و فروخت جائز تھی اور عورتوں کے لئے سونا پہننا جائز تھا اس لئے بظاہر یہ بات سوچی جا سکتی تھی کہ ٹھیک ہے میں نہیں پہنتا بلکہ اسے بیچ کر رقم حاصل کر لیتا ہوں۔ یا اپنی کسی عزیزہ کو دے دیتا ہوں۔ مگر وہ صحابیؓ جس کا خمیر عشق خدا اور عشق رسول سے گوندھا گیا تھا جس کی پسند اور ناپسند اپنی نہیں رہی تھی بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا اسکی رضا بن چکی تھی۔ کب گوارا کرتا تھا کہ اس انگوٹھی کو ہاتھ بھی لگائے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے ناپسندیدگی سے پھینک دیا تھا۔ بڑے وقار۔ بڑے اطمینان۔ بڑے سکون مگر جلدی سے کہا۔

نہیں نہیں۔ خدا کی قسم میں کبھی بھی اس

انگوٹھی کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جسے میرے محبوب آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو۔

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم خاتم الذھب)

سب کچھ حاضر ہے

مال و دولت کس کو پسند نہیں۔ آج دنیا میں دیکھ لیں۔ اکثر جھگڑوں اور فساد کی جڑ مال کی حرص اور طمع ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیاداروں کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ اس پر صبر و شکر نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک اور کی طمع کرے گا اگر اسے دوسری بھی مل جائے تو وہ تیسری کی لالچ کرے گا۔ اس کی طمع، حرص اور لالچ بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ قبر کی مٹی اس کا پیٹ بھرے گی۔ اور کوئی چیز اس کا پیٹ نہ بھر سکے گی"۔

(ترمذی کتاب الزہد۔ باب لوکان لابن آدم وادیان.....

ایک طرف دنیا داروں کا یہ حال دوسری طرف دین کے متوالے ایک اور جہان میں اپنی ایک نئی دنیا بسائے ہوئے یوں نظر آتے ہیں۔

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جنگی ضرورت کے لئے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تحریک فرمائی ان دنوں میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں ابوبکرؓ سے زیادہ ثواب کما سکتا ہوں تو آج موقعہ ہے میں آدھا مال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا عمر کتنا مال لائے ہو۔ اور کس قدر بال بچوں کے لئے چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور آدھا مال لایا ہوں۔ اور آدھا چھوڑ آیا ہوں اور ابوبکرؓ جو کچھ انکے پاس تھا وہ سب لے کر آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا ابوبکر! کتنا مال لائے ہو۔ اور کس قدر گھر والوں کے لئے چھوڑ آئے ہو؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ حضور! جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب لے آیا ہوں۔ اور بال بچوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ (یعنی خدا تعالیٰ پر مجھے کامل توکل ہے۔ کہ وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ اور اسباب پیدا فرمائے گا) حضرت عمرؓ کہنے لگے یہ سن کر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں ابوبکرؓ سے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا"۔

(ترمذی ابواب المناقب باب فی مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ)

پھر کبھی کچھ نہ لیا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مالی امداد کے لئے سوال کیا۔ آپ نے مجھے مال عطا کیا۔ میں نے پھر سوال کیا آپ نے پھر مجھے عطا کیا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر مجھے عطا کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اے حکیم۔ یہ مال تو بڑا سرسبز نظر آنے والا ہے۔ اور بہت میٹھا لگنے والا ہے۔ مگر یاد رکھو جو بھی اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ یعنی بغیر کسی حرص اور لالچ کے حاصل کرے گا تو اس کے لئے اس مال میں برکت رکھ دی جائے گی۔ اور جو بھی نفس کی حرص اور لالچ سے اسے حاصل کرے گا اس کے لئے ہرگز اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اور اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا تو ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا۔

الید العلیا خیر من الید السفلی

اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے۔ اس پر حضرت حکیم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آج کے بعد کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا سے چلا جاؤں۔

اس کے بعد کبھی بھی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کسی سے کچھ نہ لیا۔ اور اس شان سے حضور کی نصیحت کی پیروی کی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں بلاتے تاکہ مال فے وغیرہ سے ان کو انکا حصہ دیں تو وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں انہیں بلاتے کہ کچھ مال انہیں عطا کریں تو وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔ اس پر حضرت عمرؓ فرماتے۔

"اے مسلمانوں کی جماعت میں تمہیں حکیم کے معاملے میں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں اسے مال فے سے اسکا حصہ دیتا ہوں مگر وہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں"۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ)

پس حضرت حکیمؓ نے حضور کے سمجھانے کے بعد کبھی بھی کسی سے کچھ نہ لیا۔ یہاں تک کہ اپنے رب کو پیارے ہو گئے۔

آقا اور غلام ایک لباس میں

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں غلاموں کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا وہ یقیناً آج کے دور میں جانوروں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاتا۔ غلاموں کے کوئی حقوق نہ تھے۔ انکی کوئی زبان نہ تھی۔ انکی کوئی آواز نہ تھی۔ وہ کلیتہً اپنے مالک کے رحم و کرم پر ہوتے۔ اکثر ان سے بہت زیادہ کام لیا جاتا۔ اور اس کے برعکس پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ دیا جاتا۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ اذیتناک سزائیں انہیں دی جاتیں کہ الامان۔ ایسے معاشرے میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کیسا پاکیزہ انقلاب برپا ہوا اسکی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

حضرت معرور بن سُوید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور آپ کے ایک غلام کو دیکھا۔ ان دونوں نے ایک جیسا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ جس میں کوئی فرق نہ تھا۔ یہ دیکھ کر ہم بڑے متعجب ہوئے کہ آقا اور غلام!! اور ان دونوں کا لباس ایک جیسا!!! ہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں نے ایک غلام کو گالی دی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی۔ آپؐ نے

مجھے فرمایا۔ کیا تو نے اس پر ماں کی تہمت لگائی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یقیناً یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (عارضی طور پر) تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو۔ تو اسے چاہئے کہ اسے وہی کھانا کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے۔ اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے۔ اور ہرگز ان پر ایسی مشقت نہ ڈالے جو انہیں عاجز کر دے۔ اگر ایسی مشقت والا کام درپیش ہو تو اس میں انکی مدد کرے۔ اور انکا ہاتھ بٹائے"۔

(بخاری کتاب العتق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العبید اخوانکم)

پس دیکھیں کہ صحابہؓ کی کیسی اعلیٰ تربیت کی گئی اور کیسا اعلیٰ تربیت کا رنگ انہوں نے پکڑا۔ کہ ایک طرف گالی دی جا رہی ہے۔ جب سمجھایا گیا تو گالی دینا تو درکنار اس غلام کو اس طرح اپنے گلے لگا لیا کہ وہ ہم لباس بن گیا۔ ہم نوالہ بن گیا ہم پیالہ ہو گیا۔

پھر رات کم ہی سوتے تھے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کوئی شخص رؤیا دیکھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا۔ (عام طور پر نماز فجر کے بعد وہیں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی رؤیا سنا کرتے تھے) مجھے بھی یہ خواہش اور تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ بیان کروں۔ میں ان دونوں جوان آدمی تھا اور مسجد نبوی میں ہی رات سویا کرتا تھا۔

چنانچہ ایک رات میری تمنا پوری ہو گئی۔ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے ہیں اور مجھے لے کر دوزخ کی طرف چلے گئے ہیں دوزخ ایک کنویں کی طرح بنی ہوئی تھی جس کے اوپر دو ستون تھے۔ اس دوزخ میں بعض ایسے لوگ بھی آگ میں جل رہے تھے جنکو میں پہچانتا تھا پھر میں نے یہ دعا کی کہ۔ اے اللہ اس آگ سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تو مجھے ایک اور فرشتہ ملا اس نے مجھے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں (تمہیں دوزخ کی آگ کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی) میں نے اپنی رؤیا ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنائی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا۔

کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے۔ کاش کہ وہ رات کو نماز تہجد ادا کیا کرے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے متعلق اس خواہش کا اظہار سنا تو پھر اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور ہمیشہ رات کو لمبی لمبی نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب التہجد باب فضل قیام التہجد)

یوں ایک خواہش۔ ایک تمنا۔ ایک فقرہ نے انکی ساری زندگی میں نماز تہجد کا چراغ روشن کر دیا۔ جو پھر کبھی نہ بجھا۔ جس کے نور سے وہ منور سے منور تر ہوتے چلے گئے۔

اپنے امام سے ایک فقرہ سن کر پھر دن رات کی مصروفیات اور معمولات کو اس کے مطابق کر لینا۔ اپنی عادات کو تبدیل کر لینا۔ اور یہ صرف ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ ساری زندگی اس حکم کی کماحقہ تعمیل کرنا یقیناً ایک مشکل امر ہے۔ مگر جب تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔ جب نفس امارہ اور نفس لوامہ کے دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے نفس مطمئنہ کی حدود میں داخل ہو جائیں تو پھر کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔ یا یوں کہا جائے کہ جب عشق کے راستے سے سلوک کی یہ راہیں طے کی جائیں تب یہ بلند تر مقام خود قریب آ جاتے ہیں۔ اور یہ وسیع حوصلے نصیب ہوتے ہیں کہ جو حکم ملا۔ جس خواہش کا اظہار ہوا اسی سانچے میں اپنی ساری زندگی کو ڈھال دیا۔ صحابہ کرامؓ اس منزل سے خوب واقف تھے وہ اطاعت کے میدان کے شہسوار تھے جنہوں نے اطاعت کے معنوں کو نقطہ کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرام کی اطاعت 'اطاعت تھی'"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 410)

تو تو محض ایک پتھر ہے

کامل اطاعت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ حکم کیوں دیا گیا۔ یا یہ عمل کیوں کیا گیا۔ بس یہی کافی ہوتا ہے کہ یہ میرے آقا کا حکم ہے۔ یہ میرے محبوب کا فعل ہے۔ جس کی پیروی کرنے میں ہی سعادت ہے۔ اور برکت ہے۔ اطاعت میں دیوانگی چاہئے۔ اطاعت عقل کے معیار پر پرکھ کر نہیں کی جاتی۔

عاقل کا یہاں کچھ کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کرتے ہوئے حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دینے کے بعد فرمایا۔

یعنی یقیناً میں جانتا ہوں کہ تو تو محض ایک بے جان پتھر ہے تو نہ کسی کو ضرر پہنچا سکنے کی طاقت رکھتا ہے۔ نہ ہی کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری کتاب المناسک باب ذکر فی حجر اسود)

اس سال کم پھل آیا

صحابہ کرام اطاعت کے میدان میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ سمعنا واطعنا کی عملی تصویر تھے۔ بعض دفعہ ایک دنیاوی معاملے میں جس میں وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے میں نقصان کا خطرہ ہے وہ اطاعت کرتے اور نقصان برداشت کر لیتے مگر حرف شکایت زباں پر نہ لاتے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے باغات میں سے گزرے۔ تو دیکھا کہ صحابہ نر پھولوں کے پولن مادہ پھولوں میں ڈال رہے ہیں تاکہ زیادہ پھل حاصل ہو۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کی حضور ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرا نہیں خیال کہ ایسا کرنے سے کچھ فائدہ ہوتا ہو گا۔

صحابہ یہ بات سن کر اس عمل سے رک گئے۔ چنانچہ اس سال بہت کم پھل لگا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت وہاں سے گزرے تو آپؐ نے درختوں پر بہت کم پھل لگا ہوا دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔

"تمہارے ان کھجوروں کے درختوں کو کیا ہوگیا ہے اتنا کم پھل آیا ہے؟"

انہوں نے عرض کی حضور آپؐ نے ہی فرمایا تھا کہ نر پھول کے پولن مادہ میں ڈالنے کا فائدہ نہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے پھل کم آیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

تم بعض دنیاوی معاملات میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو۔ میں تو ایک بشر ہوں۔ جب میں تمہیں دینی معاملات میں کوئی حکم دوں تو اس پر عمل کرو۔ اور اگر میں دنیاوی معاملات میں اپنی رائے سے کوئی بات کروں تو اس میں غلطی کا بھی امکان ہے۔ کیونکہ میں بھی انسان ہوں۔ (مسلم)

بیٹھ جاؤ

بے مثل اطاعت' بے نظیر اسوہ' اور شاندار نمونہ کے سینکڑوں ہزاروں واقعات جو صحابہؓ کی زندگیوں میں بھرے پڑے ہیں میں سے ایک ملاحظہ ہو۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انتخاب خلافت کے موقعہ پر بیت المبارک میں احباب جماعت سے پہلی بیعت لینے سے قبل اپنے مختصر سے خطاب کے آغاز میں بیان فرمایا۔ آپ ہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔

"حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اطاعت کے گُر سکھائے اپنے غلاموں کو انکی ایک مثال آپ بارہا سن چکے ہیں۔ ایک صحابی جمعہ کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ انکے کانوں میں یہ آواز پڑی بیٹھ جائیں۔ وہ اسی وقت گلی میں بیٹھ گئے۔ اور جس طرح پرندہ پھدکتا ہے اسطرح دونوں قدموں پر اچھل اچھل کے مسجد کی طرف چلنے لگے۔ ایک اور صحابی نے دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن میرے کانوں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز پڑی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ یہ تو مسجد کے اندر والوں کے لئے ارشاد تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ نہیں سنا۔ میرے کانوں میں تو صرف "بیٹھ جاؤ" کی آواز آئی تھی۔ اس لئے جہاں میں نے سنا وہیں بیٹھ گیا۔

جس آقا کی غلامی میں ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے اور دل جیتنے ہیں عالم کے۔ میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ اس کی غلامی کے بغیر کوئی نجات نہیں ہے۔ ایک ذرہ بھی نجات کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائرہ غلامی سے باہر نہیں ہے۔ اس لئے جو اصول حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے اپنے غلاموں کے سامنے پیش فرمائے۔ اور اپنی زندگی میں ان پر عملدرآمد کرکے دکھایا۔ وہ جاری و ساری ہیں"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام جیسی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کثرت سے استغفار پڑھنا چاہئے

(حضرت خلیفۃ المسیح الاول)

اے عزیزو! اور دوستو۔ اپنی کمزوری کے رفع کرنے کے لئے کثرت سے استغفار اور لاحول پڑھو اور رب کے نام سے دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ تمہاری ربوبیت یعنی پرورش کرے تم کو مظفر و منصور کرے تاکہ تم آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے نیک نمونہ بن سکو۔

(حقائق الفرقان جلد دوم ص 203)

جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے کسی حکم اور قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ غلطی اور کمزوری اس کی راہ میں روک ہو جاتی ہے اور یہ عظیم الشان فضل سے محروم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس محرومی سے بچانے کے لئے یہ تعلیم دی کہ استغفار کرو۔ استغفار انبیاءؑ علیہم السلام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ ہر نبی کی تعلیم کے ساتھ استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ رکھا ہے ہمارے امام کی تعلیمات میں جو ہم نے پڑھی ہیں استغفار کو اصل علاج رکھا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ پچھلی کمزوریوں کو جو خواہ عمداً ہوں یا سہواً غرض ما قدم وما اخر نہ کرنے کا کام آگے کیا اور جو نیک کام کرنے سے رہ گیا ہے اپنی تمام کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کی ساری رضامندیوں کو ما اعلم و ما لا اعلم کے نیچے رکھ کر اور آئندہ کے لئے غلط کاریوں کے بدنتائج اور بداثر سے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے ان بدیوں کے جوش سے محفوظ فرما یہ ہیں مختصر معنے استغفار کے۔

(حقائق الفرقان جلد دوم ص 373)

حضرت نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں ستر سے لے کر سو تک استغفار کیا کرتے تھے۔ سورۃ نوح میں استغفار کے کئی فائدے بیان فرمائے ہیں (-) حدیث شریف میں ہے کہ طوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفارا کثیرا خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار کو کثرت سے پایا۔ استغفار لفظ غفر سے نکلا ہے۔ غفر کے معنے ڈھانکنا۔ مغفر ڈھال کو کہتے ہیں۔ جو انسان کے منہ اور کچھ جسم کو ڈھانک لیتی ہے۔ استغفار کے معنے ہوئے۔ حفاظت طلب کرنا گناہوں سے اور اس کے بدنتائج سے۔ پیغمبر ﷺ کے استغفار کے یہی معنے ہیں کہ اے اللہ تو مجھ کو آئندہ کی خطاؤں سے مصئون اور محفوظ رکھ۔

(حقائق الفرقان جلد چہارم ص 252)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆